ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

شوال المکرم ۱۴۱۴ھ

اپریل ۱۹۹۴ء

اِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

کتبہ حبیب اللہ فضالی ۱۳۸۸ھ

جب وہ کہہ رہے تھے اپنے رفیق سے تو غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے

سورۃ توبہ ع ۱۲

افکار احرار

شہداء ختم نبوت

جولوگ تحریک تحفظ ختم نبوت میں جہاں تہاں شہید ہوئے انکے خون کا جواب دہ میں ہوں وہ رسالت، آپ ﷺ کی محبت میں جانیں ہار گئے۔

اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ ان میں جذبۂ شہادت میں نے پھونکا تھا جو لوگ ان کے خون سے دامن بچانا چاہتے اور ہمارے ساتھ رہ کر اب کنی کترا رہے ہیں ان سے کہتا ہوں کہ میں حشر کے دن بھی ان کے خون کا ذمہ دار ہوں گا۔ وہ محبت رسول ﷺ میں اسلامی سلطنت کے ہلاکو خانوں کی بھینٹ چڑھ گئے، عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں، سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے سینکڑوں حفاظ قرآن صحابہ کرامؓ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے قربان کرا دیئے تھے۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ

۱۱-۹-۱۹۵۴ء

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۷۵۵

شوال المکرم ۱۴۱۴ھ اپریل ۱۹۹۴ء جلد ۵ شمارہ ۴ قیمت فی پرچہ ۱۰/ روپے

سرپرست اکابر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

حضرت مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہ

مجلس ادارت

رئیس التحریر:
سید عطاء المحسن بخاری

مدیر مسئول:
سید محمد کفیل بخاری

رفقاءِ فکر

مولانا محمد عبدالحق مدظلہ

حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ

ذوالکفل بخاری ۔ قمرالحسنین

خادم حسین ۔ ابوسفیان تائب

محمد عمر فاروق ۔ عبداللطیف خالد

سید خالد مسعود گیلانی

زرتعاون سالانہ

اندرون ملک =/۱۰۰ روپے — بیرون ملک =/۱۰۰۰ روپے پاکستانی

رابطہ

دار بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان۔ فون: ۵۱۱۹۶۱

تحریک تحفظ ختم نبوۃ (شعبہ تبلیغ) مجلس احرارِ اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل احمد اختر مطبع: تشکیل نو پرنٹرز مقام اشاعت: دار بنی ہاشم ملتان

آئینہ

اداریہ،	دل کی بات	مدیر	۳
دین ودانش،	فکرو استدلال کے تین اصول	مولانا محمد حنیف ندوی رح	۶
شاعری،	نعت	حکیم محمود احمد ظفر	۱۷
	نظم بیاد شہداء ختم نبوت	سید ابو معاویہ ابوذر بخاری	۱۸
	نظم	پروفیسر محمد اکرام تائب	۲۰
	غزل	پروفیسر عابد صدیق	۲۱
ماضی کے جھروکے سے،	مجلس احرار اور تحفظ ختم نبوت	سید عطاء المحسن بخاری	۲۲
بلا تبصرہ،	ایوا ثقافت	(ادارہ)	۲۴
تحقیق،	مظہری مغالطے	ابو ریحان سیالکوٹی	۲۵
تاریخ :	ایک شیعہ کے تیس سوالات اور اُن کے جوابات	ابو معاویہ مفتی منظور احمد	۳۵
حریفانِ حرم :	قادیانی وڈیرے	عبد التواب شیخ	۴۸
〃	فارن آفس قادیانی فارم	حافظ شفیق الرحمٰن	۵۰
اِدھر اُدھر سے،	قادیانی نواز یا قادیانی افسر کلیدی عہدوں پر	نثار النبی	۵۷
طنز و مزاح،	زبان میری ہے بات اُن کی	ساغر اقبالی	۵۸
	مسافرینِ آخرت	ادارہ	۶۰
تنقید،	صرف مولوی ہی قصور وار کیوں کرتے بھی تو ہیں ؟	احمد معاویہ	۶۱

دل کی بات

قرارداد کی واپسی یا شہدائے کشمیر کے خون سے غداری

پاکستان کے موجودہ حکمران جب مقدمہ کشمیر کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں لے کر گئے تھے تو انہوں نے ملک کی سب سے بڑی فتح قرار دیا تھا۔ پھر جنرل اسمبلی سے فائلیں بغل میں دبا کر بھاگے تو اسے بھی شاندار کامیابی قرار دیتے ہوئے مقدمہ کشمیر کو انسانی حقوق کے کمیشن میں لے جانے کا اعلان کیا اب ۹ مارچ کو یہ روح فرسا خبر ملک کے تمام اخبارات میں نمایاں شائع ہوئی کہ پاکستان نے جنیوا میں انسانی حقوق کے کمیشن سے قرارداد واپس لے لی ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ اس ذلت آمیز اقدام کو بھی پاکستان کی شاندار فتح قرار دیا گیا۔ فتح و کامرانی کا یہ تصور بھی دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہے۔ ایسا گھٹیا اور ذلیل عمل جس نے دنیا بھر میں پاکستان کے وقار کو مجروح کیا بجائے اس کے کہ حکومت اس پر قوم سے معافی مانگتی وہ اسے عوام کی فتح اور کامیاب خارجہ پالیسی قرار دے رہی ہے۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

حکومت کی نااہلی کی تصدیق قومی اسمبلی کی کشمیر کمیٹی کے چیئرمین نوابزادہ نصر اللہ خان کا بیان ہی کافی ہے جو ۱۰ مارچ کے اخبارات نے ان الفاظ میں شائع کیا کہ یہ وزارت خارجہ کی نااہلی ہے۔، وزیر خارجہ سردار آصف نے کشمیر کمیٹی کا ممبر ہونے کے باوجود مجھے بے خبر رکھا۔ قرارداد کو موخر کرنا اسکی واپسی ہی ہے" یہ امر باعث حیرت ہے کہ نواب صاحب جیسے بااصول سیاست دان حکومت پر سخت برہم ہونے کے باوجود اس کے ساتھ چپکے ہوئے ہیں۔ شاید انہوں نے بقیہ زندگی اس نئے انداز میں بسر کرنے کا مستقل فیصلہ کرلیا ہے۔ ارباب حکومت اپنے اس شرمناک اقدام کے حق میں نہایت ڈھٹائی کے ساتھ زمین آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں اور اپنے حق میں دور کی کوڑی یہ لائے ہیں کہ ہم نے اپنے دو عظیم ہمسایہ ملکوں ایران اور چین کی درخواست پر قرارداد واپس لی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ خارجہ پالیسی کی "کامیابی" کا اعتراف ان الفاظ میں کیا گیا ہے کہ پاکستان کو پچاس ملکوں میں سے بیالیس ملکوں کی حمایت حاصل نہ تھی اور اگر ہمیں آٹھ ملکوں کی حمایت بھی حاصل ہو جاتی تو ہم قرارداد واپس نہ لیتے۔ ایران اور چین کا سہارا تو ذلت سے بچنے کے لئے لیا گیا مگر پھر بھی حکومت اس اعزاز سے بچ نہ سکی۔ چین اور ایران تو خود انسانی حقوق کی پامالی کے حوالے سے امریکہ کے معتوب ہیں وہ کیسے ہمارا ساتھ دے سکتے تھے۔ جنرل اسمبلی سے قرارداد کی واپسی اور انسانی حقوق کے فورم پر پیش کرنا ہی اصل میں بنیادی غلطی تھی جس کا ارتکاب ہمارے حکمرانوں نے اپنے آقا امریکہ کے حکم پر کیا۔ پاکستان کی بد نصیبی ہے کہ دوسری مرتبہ وزارت خارجہ کا قلمدان ایک نااہل اور جاہل شخص کو سونپا گیا پہلے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ قادیانی آنجہانی نے باونڈری کمیشن میں کشمیر

کو پاکستان سے کاٹا اور اب سردار آصف نے اس مشن کو مکمل کر دیا حقیقت یہ ہے کہ قرار داد کی واپسی شہدائے کشمیر کے خون سے غداری ہے۔ اور موجود حکمرانوں کو اس سنگین جرم کے ارتکاب پر قوم سے معافی مانگنی چاہیئے۔

سعودی حکومت پر بے جا تنقید:

اسلام آباد سے معروف شیعہ لیڈر آغائے مرتضیٰ پویا کی ادارت میں شائع ہونے والے انگریزی روزنامے "دی مسلم" نے ۳ مارچ ۱۹۹۴ کے اداریہ بعنوان مساجد کے تقدس کی حفاظت کیجیئے۔ PROTECT SAV CTITY OF MOSQUES میں مساجد اور عید گاہوں میں نمازیوں پر قاتلانہ حملوں، تخریبی کارروائیوں اور خونریز مذہبی مفسدہ پردازیوں کی مذمت کی ہے۔ اخبار نے حکومت، سیاسی جماعتوں اور لیڈروں، سرکاری افسروں ---- سبھی کو مجرم گردانا ہے۔ لیکن اسکے استدلال کا سارازور اس پر ہے کہ یہ سب کچھ سعودی عرب کی شہ پر، ایماء پر اور دلچسپی کی وجہ سے ہورہا ہے۔ اور اس میں بھارتی ایجنسی "را" کے آلۂ کار مولوی کام کر رہے ہیں۔ ادارتی نوٹ کا قابل اعتراض حصہ ملاحظہ فرمائیں۔

"یہ بات صاف طور پر سمجھنے کی ضرورت ہے کہ کسی مقدس سرزمین میں وقوع پزیر ہونے والی ہر چیز اس قابل نہیں ہوتی کہ اس کی برابری کی جائے یا اس پر رشک کیا جائے اگر سعودی عرب نے حج کے دوران مقدس حدود کے اندر بھی حاجیوں کو ذبح کر ڈالا تو اس سے مساجد کے اندر قتل عام کو قانونی حیثیت تو نہیں دی جاسکتی۔ مکہ میں خونریزی سے قبل پاکستان میں مساجد کے اندر لوگوں کو ذبح کرنے کی کوئی ایک مثال بھی تو نہیں ملتی لہذا اس سے اگر یہ نتیجہ نکالا جائے تو یہ بالکل منطقی ہو گا کہ یہ برائی سعودی عرب کی برآمد کردہ ہے۔ اور اس کی نقالی کی ضرورت یہاں کسی کو بھی نہیں ہے۔"

درج بالا اقتباس میں شیعہ اداریہ نویس نے اپنے مکمل خبث باطن کا مظاہرہ کرتے ہوئے حقائق سے چشم پوشی اور تقیہ کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔ اور یہ تجویز مبینہ مذہبی اور موروثی دجل و تلبیس پر مبنی ہے۔ اسلام آباد میں بیٹھ کر اس قسم کے گھناؤنے، بے بنیاد، گمراہ کن، شیر انگیز، فساد انگیز اور خطرناک ایرانی پروپیگنڈے میں مصروف لوگوں پر بہر صورت گرفت ہونی چاہیئے۔ سعودی عرب کو کبھی اپنا نظام برآمد کرنے کا شوق نہیں رہا۔ اس بدمعاشی اور دہشت گردی کا آغاز ۱۹۷۹ میں انقلاب ایران کے بعد سے ہی عالم اسلام خصوصاً پاکستان میں ہوا۔ اور ایران کے توسیع پسندانہ عزائم نے عالم اسلام کا امن و سکون تباہ کر کے رکھ دیا۔

مرتضیٰ پویا کا "دی مسلم" ایک مستند شیعہ آرگن ہے اور اس نسبت کا خود موصوف کو بھی اعتراف ہے۔ پویا صاحب ایرانی انقلاب سے قبل شہنشاہ ایران کے سفید انقلاب میں لبنی طرف سے نوازے گئے۔ ایک خطیر رقم انہیں سندھ میں "علوم" کی اشاعت کی غرض سے عطاء ہوئی مگر بوجوہ وہ اس عنایت خاص کی غرض وغایت کا درست استعمال نہ کر سکے۔ خمینی انقلاب کے بعد انہوں نے "دی مسلم" کا اجراء کیا۔ آدمی معقول ہیں مگر ایرانی نسبت سے کبھی کبھی زلت کا مظاہرہ کر بیٹھتے ہیں۔ انہوں نے سعودی عرب کے خلاف یہ جو انہونی کہہ ڈالی ہے یہ ان کی اچھوتی بانگی ہے انہیں شاید یاد نہیں کہ انکے آقائے ولی نعمت فرنگی نے شاہی مسجد دلی کو کئی مرتبہ خون مسلم سے سرخ کیا اور پاکستان میں مسلم لیگی حکومت نے مسجد وزیر خان میں ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگانے والے شمع

ــــت کے پروانوں کو بھون ڈالا اور ہاں پویا صاحب ذرا حافظہ کی لوح داغدار کو دیکھیں تو ۱۹۵۳ میں مسلمانوں پر گولیاں برسانے والا فردوس شاہ آپ کے ہی قبیلہ اعجام کا مرد "قمی" تھا اور آئینہ ملاحظہ فرمائیں جو ساختہ مشہد ہے جہاں حال ہی میں اہل سنت مسلمانوں کی مسجد کس نے گرائی سعودی عرب نے یا؟ یہ پاسداران انقلاب کون ہیں انہیں پہچاننے کی کوشش کریں انہوں نے مسجد میں اور بیرون مسجد مسلمانوں پر گولیاں بھی چلائیں خونریزی کی مسجد کا تقدس اور خون مسلم کا تقدس دونوں پامال کئے اور ان پاسداران انقلاب کی شبیہ بالکل آپ جیسی ہے۔ بیت اللہ کے تقدس اور امن کی بربادی کی طرح بھی ایرانی حجاج نے ڈالی بے گناہ حجاج کو قتل کیا۔ اور جلوس نکالے اگر امن قائم کرنے کے لئے سعودی حکومت نے جوابی رد عمل کیا تو یہ انکا فرض تھا جس سے وہ کماحقہ سبکدوش ہوئے۔ سعودی حکومت حجاج کرام کی جتنی خدمت کرتی ہے اسکی مثال تاریخ میں نہیں ملتی وہ واقعی خادم الحرمین الشریفین ہیں۔

پاکستان کے محکمہ داخلہ، اطلاعات، سعودی حکومت اور پاکستان میں سعودی سفارتخانے کو اس کا نوٹس لینا چاہیئے۔ اور ان علقمی زادوں کے گمراہ قلم وزبان کو لگام دینی چاہیئے۔

پاکستانی صحافی محمد مسعود اظہر کی سرینگر میں گرفتاری

ماہنامہ "صدائے مجاہد" کراچی اور پندرہ روزہ "صوت کشمیر" پشاور کے مدیر جناب محمد مسعود اظہر کو اپنے صحافتی فرائض کی بجا آوری کے جرم میں گزشتہ دنوں بھارتی فوج نے سرینگر میں گرفتار کر لیا۔ وہ لندن سے دلی پہنچے اور وہاں سے سرینگر اس غرض سے گئے کہ حضرت بل کے محاصرہ کے دوران ضلع اسلام کے مقام بیج بہاڑا کے شہید ہونے والے ۷۵ افراد کے پسماندگان سے ضروری معلومات حاصل کریں۔ ان کی گرفتاری یقیناً بین الاقوامی صحافتی قوانین اور انسانی حقوق کی پامالی ہے پاکستان کی صحافتی برادری اور حکومت پاکستان بھارتی حکومت سے مذاکرات کر کے انکی رہائی کے لئے ضروری کوششیں کرے۔

چیف جسٹس نسیم حسن شاہ اور مرزا طاہر کی یکساں بولی؟

روزنامہ نوائے وقت ملتان (۲۶ مارچ ۹۴) کے صفحہ آخر پر سپریم کورٹ آف پاکستان کے چیف جسٹس کا یہ بیان حیران کن تھا کہ "پاکستان میں مرزائیوں کے ساتھ غیر منصفانہ برتاؤ کیا جارہا ہے اور انہیں جائز حقوق سے محروم کیا جارہا ہے"۔ وہ اس غلطی کی اصلاح کے لئے انتہائی کوشش کریں گے۔ انہیں سویڈن میں مرزائیوں کی جانب سے شکایات موصول ہوئی ہیں۔ جنہیں وہ صدر پاکستان تک پہنچائیں گے۔"

یہ بیان دلی سے شائع ہونے والے انگریزی اخبارات "دی نیشنل ہیرالڈ" اور "دی ایشین ایج" نے سٹاک ہوم سے خبر رساں ایجنسی یو این آئی۔ کے حوالے سے شائع کیا ہے۔

اس سے قبل مرزائیوں کے امام مرزا طاہر نے ۷ فروری کو لندن میں یہی بیان دیا کہ "پاکستان میں احمدیوں کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے۔"

معلوم نہیں کہ جناب چیف جسٹس اور مرزا طاہر کی بولی ایک کیوں ہو گئی ہے؟ اور اس کے اسباب و عوامل کیا ہیں؟ چیف جسٹس نے ایک ذمہ دار شخص ہونے کے باوجود غیر ملک میں جا کر ایسی غیر ذمہ دارانہ بات کیوں

(بقیہ صـ ۵۷ پر دیکھیں)

دین ودانش

فکرو استدلال
کے تین اصول

مولانا محمد حنیف ندوی

(دعوت و تبلیغ دین کے سلسلہ میں ایک بصیرت افروز تحریر)

زیر نظر مضمون دراصل مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ کی کتاب "مرزائیت نئے زاویوں سے" کا ایک باب ہے۔ یہ کتاب ایک عرصہ سے نایاب ہے۔ اس کی اہمیت وافادیت کیلئے خود مولانا مرحوم کی علمی شخصیت کا حوالہ کافی ہے قارئین کے مطالعہ کے لئے یہ تحریر شائع کی جا رہی ہے۔ ان شاءاللہ عنقریب مکمل کتاب بھی طبع کر کے قارئین کی خدمت میں پیش کر دی جائے گی۔

نئی بات کہنا مشکل ہے:

جہاں تک نفس دلائل کا تعلق ہے صرف دلائل ہی سب کچھ نہیں ہوتے بعض اوقات ان کو قرینے سے پیش کرنا زیادہ اہمت رکھتا ہے۔ ایک ہی حقیقت باوجود بار بار زیر نظر ہونے کے بسا اوقات ذہن سے اوجھل رہتی ہے اور پھر سلیقے کے ایک ہی اشارہ سے سہو و مدہوشی کا سارا طلسم ٹوٹ جاتا ہے۔

قرآن حکیم کے دلائل پر کبھی لکھنے کا موقع ملا تو اس کی اس خوبی پر مکمل پر بحث کی جاسکے گی کہ آیات وشواہد کے پیش کرنے میں یہ کن کن اداؤں میں دوسروں سے ممتاز ہے۔ یہاں صرف اتنا دیاد رکھئے کہ وہ کوئی انوکھی اور جدید بات لے کر نہیں آیا نئے نئے دلائل کی خلاقی و تکوین اس کا ہرگز منصب نہیں وہ تو انہیں حقیقتوں کو جو ہمارے گردو پیش پھیلی ہوتی ہیں اور جن پر کبھی نگاہ اعتبار نہیں پڑتی اور اگر پڑتی ہے تو غور وفکر کے لئے نہیں رکتی اس ڈھنگ سے پیش کرتا ہے کہ ذہن کی تمام صلاحتیں خود بخود انہیں حقیقتوں پر مرکوز ہو جاتی ہیں۔ اور اس کے سوا اور کوئی چارہ کار ان کیلئے نہیں رہتا کہ یا تو ایک دم جھٹلائیں اور یا پھر ان کی تصدیق کریں یہ انداز اور یہ ڈھب حقیقی شے ہے

پیچ کے کچھ زینے:

یوں سمجھئے کہ فکر سے پہلے اصابت فکر کا مرتبہ ہے سوچنا اور بات ہے اور صحیح سوچنا اور بات!

بسا اوقات ایک مسئلہ پر ہم گھنٹوں بحث کرتے ہیں علم منطق کے تمام حربے استعمال میں لائے ہیں اور پھر بھی کسی نتیجہ پر نہیں پہنچتے لیکن جب ایک بارگی خود حقیقت ایک دوسرے انداز میں ہمارے سامنے آ کھڑی ہوتی ہے تو ہمیں اپنی بیچارگی و جہل پر افسوس ہوتا ہے کہ یہی بات تو ہزار دفعہ دوران بحث و مناظرہ میں دلائل و

اعتراضات کی شکل میں ہمارے سامنے آئی لیکن دل میں نہ اُتر سکی۔ اب یہ کیا معاملہ ہے کہ یہی چھوٹی سی اور نہایت پیش پاافتادہ حقیقت ہماری آنکھیں کھول دینے کے لئے دل کی طرف بے اختیار بڑھ رہی ہے۔

بات یہ ہے کہ انسانی ذہن تک اُترنے کے لئے بیچ کے کچھ زینے ہیں ان کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ اگر ذہن صاف ہے۔ دلائل میں کوئی الجھاؤ نہیں اور پیش کرنے کا ڈھنگ منطقی طور پر استوار ہے۔ تو بات منوانے میں ایک منٹ کی تاخیر نہیں ہوگی۔

تاخیر و التواء یا ڈھیل کے تین ہی سبب ہوسکتے ہیں۔ یا تو جو بات آپ کہتے ہیں وہ مبنی بر حقیقت نہیں۔ یا پھر سننے والے کا ذہن صاف اور اخاذ نہیں۔ یا پھر مسئلہ کو پیش کرنے کا ڈھنگ صحیح نہیں۔

کہنے کا ڈھنگ:

اس تیسری بات کو میں زیادہ اہم سمجھتا ہوں۔ میرے نزدیک کہنے کا اسلوب زیادہ درخور اعتنا ہونا چاہئے۔ بارہا ایسا ہوا ہے۔ کہ ذہن کی کجی اور غیر استواری کے باوجود جب کوئی بات ڈھب کی کی گئی تو اس نے دل میں کہیں نہ کہیں جگہ پیدا کر ہی لی۔

ڈھنگ سے کیا مقصود ہے؟:

ڈھنگ سے کہنے سے مقصود صرف لفاظی نہیں یا فصاحت و بلاغت نہیں کہ اس کا مرتبہ بعد کا ہے۔ اصل شے یہ ہے کہ جس مسئلہ کو آپ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ پہلے آپ یہ دیکھ لیں کہ خود اس کا مرتبہ کیا ہے۔ یعنی یہ محکمی واستواری کے کس درجہ میں ہے۔ اس کے بعد اس پر غور فرمائیے کہ اب تک جو اسے پیش کیا گیا ہے تو اس میں کن باریک علمی رعایتوں کو نظر انداز کر دینے سے اس کی مؤثریت میں فرق آیا ہے؟ کیا نفسیاتی یا منطقی نقائص ہیں جن کی وجہ سے غلط فہمی پیدا ہوتی رہی۔ اس کے بعد بھی اگر خصم نہیں مانتا۔ تو پھر آپ کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔ پھر آپ کے پاس یہ معقول عذر ہے کہ ممکن حد تک آپ کوشش فرما چکے۔ مقدر کی خرابیاں آپ کے بس کا روگ نہیں۔ پانی میں سیدھی سے سیدھی شے بھی ٹیڑھی نظر آئے گی۔ فطرت کا بدلنا ہمارے لئے دشوار ہے۔

فکرواستدلال کے تین اصول:

ہم نے جہاں تک غور کیا ہے، یہاں پر تین مقدمات ایسے ہیں جن کی وضاحت ہو جانا چاہئے۔ بلکہ یوں سمجھئے کہ یہ تین اصول ہیں جن کو بہر آئینہ ہر بحث میں مرعی رہنا چاہئے۔ ہم نے تمام اختلافی مسائل پر غور کیا ہے اور ہم سمجھتے ہیں۔ کہ فکرواستدلال میں جہاں کہیں فروگذاشت ہوتی ہے وہ انہیں تین حقیقتوں کو نظرانداز کر دینے سے ہوتی ہے۔ یعنی ان تین مقدمات کا درجہ یہ ہے کہ ان پر غور و فکر کر لینے سے ہر ہر مسئلہ میں آپ کا راستہ ہموار ہو جاتا ہے اور اس کی مدد سے آپ فوراً معلوم کر سکتے ہیں کہ استدلال کے اشہب تیز خرام نے کہاں ٹھوکر کھائی ہے۔ ان میں ایک حقیقت نفسیاتی مزاج کی ہے اور دوسری دو منطقی انداز کی

مناظرانہ ذہنیت:

پہلے نفسیاتی حقیقت کو لیجئے۔ کسی مسئلہ پر غور کرتے وقت یہ نہایت ضروری ہے کہ ذہن پر مناظرانہ کیفیتیں

اثر انداز نہ ہوں یعنی آپ بحث کے موڈ میں نہ ہوں کہ یہ ایک ایسی بیماری ہے جس کے ہوتے ہوئے یہ ناممکن ہے کہ نظر و فکر میں وہ کلیت و جامعیت پیدا ہو سکے جو دین کے اسرار تک انسان کو پہنچاتی ہے

مناظر میں سب سے بڑا نقص جو پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ باوجود ذہانت اور جودت طبع کے کبھی اس لائق نہیں ہو پاتا کہ دین کے مزاج ہی پر غور کر سکے دین کے مصالح پر نظر ڈال سکے کہ اس کے اصول و بنیادی تقاضے کیا ہیں اس کے الہیات، اخلاق، عبادات اور معاشرتی و اقتصادی نقشے انسان کو کس منزل کی طرف لے جاتے ہیں اس کے ماننے سے کس نوع کا طبقہ ظہور پذیر ہوتا ہے؟ کس طرح کے اخلاق سے انسان آراستہ ہوتا ہے اور عادات و عقائد میں کیا تغیر رونما ہوتا ہے؟ وہ کیا سلجھاؤ اور شائستگی ہے اس کا مایۂ افتخار و نازش ہے؟ یعنی مذہب کا وہ جمال اور حسن جو اس کی بنیاد اور اساس ہے۔ مناظر کی نظر سے اوجھل رہتا ہے۔ اس کی نظر میں ایک طرح کی ٹیڑھ اور کجی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کے سبب سے جزئیات کی ٹٹول اور جستجو میں لگا رہتا ہے اور اصول کی نظر سے مخفی رہتے ہیں۔ اسکی ساری پرچول شاخوں اور پتیوں تک ہی رہتی ہے۔ اور اس تحقیق و تفحص کی مناظرانہ موشگافیوں میں اسے موقع ہی نہیں ملتا کہ اس کے اس جمال سے لطف اندوز ہو سکے۔ جس کا تعلق پورے درخت کے پھیلاؤ سے ہے۔ گویا یہ پیڑ گننے کا قائل ہے آم کھانا اس کے مقاصد میں داخل نہیں۔

اس کا نتیجہ:

اس ذہنیت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ نظر کی جزئیت کی وجہ سے اسلام پر جب غور کرے گا تو جزئی حیثیت سے، اگر وہ معتزلی ہے۔ تو یہ دیکھے گا کہ کن کن آیات سے اعتزال کی تائید ہوتی ہے۔ ارجاء کا قائل ہے تو سارا زور اس پر لگائے گا کہ ارجاء کی آیات تلاش کی جائیں۔ اس طرح جبری یا قدری ہے تو اپنے ڈھب کی آیتیں دکھلائے گا۔ اس کو اس سے کچھ مطلب نہیں ہوگا کہ اسلام بحیثیت مجموعی ہم سے کیا چاہتا ہے؟ انہوں نے دوران مطالعہ میں یہ کوفت محسوس کی ہوگی کہ اس طرح کی بحثوں نے کیونکر قرآن کی حقیقی معنویت اور خوبیوں کو چھپا رکھا ہے۔ بہت بڑا نقصان اسلام کو یہ پہنچا ہے کہ اس کے حکم و اسرار چند لاطائل بحثوں میں محصور ہو کر رہ گئے ہیں۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اتنی جلیل القدر کتاب صرف مناظرانہ گتھیوں کو سلجھانے کے لئے نازل ہوئی ہے۔ انسانی زندگی کو سنوارنا اس کا مقصد نہیں۔

اس کا اثر اعمال پر کیا ہوتا ہے؟:

عملی اعتبار سے اس کا اثر طبائع پر یہ ہوتا ہے کہ مذہب کے تقاضے صرف اس قدر رہ جاتے ہیں کہ مخصوص مسائل پر آپ کے ذہن میں کتنا مواد جمع ہے؟ اور کن کن دلائل سے آپ اپنے مسلک کو حق بجانب ٹھہرا سکتے ہیں؟ مذہب کی روح سے استفادہ پوری عملی زندگی میں اس سے رہنمائی کا ولولہ اور شوق یا اخلاق و عادات میں ایک خاص طرح کا امتیاز قائم رکھنے کی تڑپ دائرہ عمل سے خارج قرار پاتی ہے۔

یعنی ایک مناظر اگر وہ مرزائی ہے تو اس کی تمام تر مذہبی زندگی کا مدار اس پر ہوگا کہ وہ حیات مسیح کے مسئلہ پر بڑے سے بڑے عالم سے ٹکرا سکے۔ ختم نبوت سے مضبوط حصار کو توڑ سکے۔ مرزا صاحب کی کبھی نہ پوری ہونے والی پیش گوئیوں کو ایسی ترازو پر تول سکے جس سے یہ معلوم ہو کہ یا تو تمام پہلے انبیاء معاذاللہ اسی طرح کی مہمل اور متضاد

باتیں کرتے رہے ہیں اور یا پھر پیشین گوئی چیز ہی ایسی ہے کہ اس کے ٹھیک ٹھیک منشا تک رسائی ناممکن ہے۔ پھر اگر یہ منشا اس کے زعم کے مطابق پورا ہو جاتا ہے۔ تو اس کی نفسیات مذہبی کی تسکین ہو جاتی ہے وہ اب اس کا ہرگز مکلف نہیں ہے کہ مذہب کے اصولی و اساسی تقاضوں پر عمل پیرا بھی ہو۔ یہ بات صرف مرزائی مناظر ہی سے مخصوص نہیں۔ دینی تصور کا یہ بگاڑ ہر اس شخص میں پیدا ہو جاتا ہے جو اس ذہن کا حامل ہے۔ یعنی بحث و جدل کی اہمیت اس گروہ میں اس درجہ محسوس کی جاتی ہے کہ اسی کو حاصلِ دین سمجھ لیا جاتا ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اگر آپ نزاعی مسائل پر ان کے انداز اور اسلوب پر نہیں سوچتے تو یہ کبھی آپ کی اصابت رائے کے قائل نہیں ہو سکیں گے۔

ایک مناظر کسی مسئلہ پر غور کرتے وقت اس کی تمام متعلقہ تفصیلات پر سوچ بچار کی کبھی زحمت گوارا نہیں کرے گا بلکہ اس کا انداز یہ ہوگا کہ یہ ایک آیت یا ایک حدیث جس کو دیکھے گا۔ کہ اس کے مقصد کو کسی حد تک پورا کر سکتی ہے اسے مضبوطی سے پکڑ لیگا۔ اور کوشش کریگا کہ یہیں کھونٹا گاڑ کر بیٹھ جائے۔ اب نہ تو وہ خود یہاں سے ہلے گا اور نہ آپ کو ہلنے دیگا۔ اس کی یہ خواہش ہوگی کہ اسی ایک آیت یا حدیث سے وہ تمام تفصیلات جو مطلوب ہیں نکل آئیں۔

حالانکہ قرآن یا سنت کا یہ انداز نہیں بلکہ ہر ہر مسئلہ کے لئے وضاحت و تفصیل کا یہاں ایک مقام ہوتا ہے۔ اور قرآن و حدیث میں کسی مسئلہ کے تفحص کے لئے یہ ضروری ہے کہ اسی مقام پر نظر ڈالی جائے اور یہ دیکھا جائے کہ اس خصوص میں ہمیں کتاب و سنت کے سرچشموں سے کیا ملتا ہے۔

کیا مناظرہ جنگ ہے؟:

دلائل و براہین کی نمائش اور بات ہے۔ اور حقیقت تک رسائی بالکل دوسری شئے۔ جن لوگوں نے مناظروں کو دیکھا ہے۔ اور سنا ہے وہ اس حقیقت سے اچھی طرح آگاہ ہیں کہ فریقین کس طرح بحث میں ایک دوسرے کو الجھاتے ہیں حیرت و پریشانی کے کیا کیا سامان پیدا کئے جاتے ہیں۔ اور کس کس انداز میں مخالف کی سادگی سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ کس کس طرح غلط بیانی کی جاتی ہے؟ اور اسے "الحرب خدعۃ" کہہ کر جائز ٹھہرایا جاتا ہے۔

حالانکہ یہ سرے سے حرب ہی نہیں، یہاں تو غرض افہام و تفہیم ہے۔ یعنی اپنی بات سمجھانا اور دوسرے کی سمجھنا مقصود ہے۔ لیکن وہ اس اعتبار سے اسے حرب کہنے میں حق بجانب ہیں کہ فریقین کی نفسیات مناظرہ میں واقعی اس طرح کی ہو جاتی ہیں۔ گویا باہم خصم اور مخالف ہیں۔ منشاء ایک دوسرے کو پچھاڑنا ہے اور شکست دینا ہے۔ سمجھنا نہیں۔

مناظرہ اور دعوت کے تقاضے جدا جدا ہیں:

جب مناظرہ کی غرض و غایت یہ قرار پائے کہ مخالف پر کیونکر فتح حاصل کی جاسکتی ہے۔ تو اس کا مزاج دعوت دینی کے مزاج سے بالکل مختلف ٹھہریگا کیونکہ دین تو یہ چاہتا ہے۔ کہ خطاب میں ایسی مؤثریت، ایسی

شیرینی، ایسی مٹھاس اور جاذبیت ہو کہ سننے والا اثر قبول کرکے رہے۔ اور مناظرہ کے تیور اس بات کے متقاضی ہونگے کہ اس میں جنگ کا دم خم ہو۔ جنگ کا سا ادعا اور للکار ہو۔ اور جنگ ہی کی طرح کا انداز گفتگو ہو۔

مذہب و مناظرہ بظاہر اگرچہ حلیف و دوست معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن حقیقتہً ان کے راستے جدا جدا ہیں۔ مذہب کے معاملہ میں بسا اوقات ہار جانا فتح کا مترادف ہوتا ہے۔ اسی طرح اپنی غلطی نہ صرف یہ کہ تسلیم کرنا پڑتی ہے بلکہ غلطی پر متنبہ کرنے والے کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے اور مناظر ہمیشہ معصوم ہوتا ہے۔ اس سے یا تو کبھی لغزش سرزد ہی نہیں ہوتی۔ اور یا پھر اس لغزش کا اخفاء ضروری ہوتا ہے۔

یہ تخالف تو داعی کی نسبت سے ہوا۔ وہ شخص جس کو آپ کسی دینی حقیقت سے آگاہ کرنا چاہتے ہیں۔ اگر مناظرہ کا ڈسا ہوا نہیں ہے۔ تو نہایت توجہ سے آپ کی باتوں کو سنے گا۔ اور پوری شکر گذاری کے ساتھ ان کی پذیرائی کرے گا۔ لیکن اگر وہ ایسی طبیعت نہیں رکھتا۔ اور اس کے دل و دماغ پر بحث کا ٹکا لگ چکا ہے۔ تو سمجھ لیجئے کہ دل کی صحت رخصت ہو چکی۔ وہ آسانی سے ماننے والا نہیں۔ بات بات پر یہ کوسے گا۔ اور ایسی مین میخ نکالے گا کہ آپ پریشان ہو جائیں گے۔

مناظرہ اور تبادل خیال میں فرق:

اس غلط فہمی کا ازالہ نہایت ضروری ہے۔ کہ تبادل خیالات کو ہم مناظرہ سے تعبیر نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ ایک ناگزیر تقاضا ہے۔ جب تک دنیا میں فہم و فکر کے پیمانے مختلف رہیں گے۔ تبادل خیالات کی ضرورتوں کو برابر محسوس کیا جائے گا۔ کیونکہ رفع نزاع اور رفع اختلاف کی اور کوئی صورت بجز اس کے ہمارے ذہن میں نہیں آتی کہ دو معقول آدمی بیٹھ کر گفتگو سے معاملہ کو سلجھائیں یا باہمی افہام و تفہیم سے ایک دوسرے کو قائل معقول کریں۔

ہم جس چیز کی مخالفت کرتے ہیں اور جس بیماری کو اصابت فکر کے لئے مہلک سمجھتے ہیں وہ مناظرانہ ذہنیت ہے۔ مجادلہ بالاحسن تو وظیفہٗ انبیاء ہے۔ یعنی ایسے طریق اور ڈھب سے اپنے مقصود کو پیش کرنا جو مخالف کے نقطہٗ نظر سے بھی معیوب نہ ہو خالص پیغمبرانہ صفت ہے۔

ایک باریک اور حکیمانہ فرق مناظر اور داعی میں یہ ہے کہ مناظر کی زد میں صرف دلائل و اعتراضات کا ایک انبوہ ہوتا ہے۔ وہ یہ نہیں دیکھتا کہ مخالف پر قابو پانے کے لئے ایک طرح کی اخلاقیت کی بھی ضرورت ہے۔ لیکن داعی دلائل کو اتنا اہم نہیں سمجھتا جتنا کہ اخلاقیت کو درخور اعتنا قرار دیتا ہے۔

یوں سمجھئے کہ مناظر کے سامنے صرف فن مناظرہ اور اس کے تقاضے ہوتے ہیں۔ وہ رشیدیہ کے ہر ہر حرف کی پابندی کا التزام کرتا ہے۔ لیکن اس کتاب کو پڑھنے کی کوشش نہیں کرتا۔ جو اس کی لوح دل پر مرتسم ہے۔ اس کے برعکس ایک داعی یہ دیکھتا ہے کہ مخاطب میں رشد و ہدایت کے دواعی کیونکر بیدار ہو سکتے ہیں۔ پھر اگر وہ محسوس کرتا ہے کہ یہاں دلائل کے پیچھے بھاگنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا تو وہ نفس مخاطب کا تعاقب کرتا ہے اور نقض و معارضہ کی راہوں کو چھوڑ کر استدلال کی ایسی راہیں اختیار کرتا ہے۔ جو سیدھی اس کے دل تک پہنچتی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھئے کہ نمرود سے بحث کرتے وقت جب یہ دیکھتے ہیں کہ اس دلیل سے:۔

ربی الذی یحیی و یمیت

میرا پروردگار وہ ہے جو جلاتا اور مارتا ہے اس کی تسکین نہیں ہوتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تو اس دلیل پر اس کو جو غلط فہمی ہوئی ہے اس کا ازالہ نہیں فرماتے۔ بلکہ آسانئ فہم کے لئے ایک اور مشاہدۂ عبرت اس کے سامنے پیش فرمادیتے ہیں۔ کہ اچھا یہ نہیں نہ سہی اس دلیل پر غور کرلو۔

فان اللہ یاتی بالشمس من المشرق فات بھا من المغرب

اللہ تو اپنی قدرت کاملہ سے آفتاب کو مشرق سے نکالتا ہے تم بھی اگر اس کارخانہ پر قابو رکھتے ہو تو یہ سمت بدل دو۔

ظاہر ہے دوسری دلیل پہلی دلیل سے کچھ قوی نہیں ہے۔ اور نہ پہلی دلیل ایسی غیر واضح ہے کہ اس پر نمرود کے اعتراض کو صحیح سمجھا جائے۔ تاہم حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مناظرہ کی منطق سے پہلو تہی کی اور تفہیم کا دوسرا انداز اختیار کیا۔ یہ بالکل وہی حقیقت ہے جسے قرآن "شہادت قلب" سے تعبیر کرتا ہے:۔

ان فی ذالک لذکریٰ لمن کان لہ قلب اوالقی السمع وھو شھید

اس میں یقیناً نصیحت کی بات ہے ایک اس شخص کے لئے جس کے پہلو میں دل ہے یا جو توجہ سے سنتا ہے اور اس کا دل اس پر شاہد ہے۔

کیونکہ اگر پہلے ایک رائے قائم کرلی گئی ہے۔ تو پھر یہ ناممکن ہے کہ جانچ پرکھ کے اصولوں کا اعتدال کے ساتھ استعمال ہوسکے۔ نزاعی مسائل میں بالخصوص جب کسی فیصلہ پر پہنچنا مقصود ہو۔ ذہن کو اس تجریدی سطح پر لے آنا چاہیئے کہ گویا پہلی دفعہ آپ ایک موضوع پر غور کررہے ہیں اور کوئی سابقہ تعصب یا پہلا عقیدہ آپ کے آزادانہ غور و فکر میں حائل نہیں۔

ہر شے کے دو مزاج ہوتے ہیں:

طبیب ممکن ہے اس حقیقت کو نہ مانیں۔ مگر یہ ایک سچائی ہے کہ ہر دوا کا مزاج دوہرا ہوتا ہے۔ ایک مزاج وہ ہے جو دواؤں کے ساتھ ملانے سے ابھرتا ہے۔ یعنی بنفشہ کی ایک خصوصیات وہ ہیں جن کی وجہ سے وہ بنفشہ ہے۔ اور کچھ نئے اثرات اور نئی کیفیات ہیں جو دوسری دواؤں کے ساتھ ملنے سے اس میں خود بخود پیدا ہوجاتی ہیں۔ مفرد و مرکب کے مزاج و خصوصیات کا اختلاف اتنا واقعی اور حقیقی ہے کہ اس میں قطعاً اختلاف کی گنجائش نہیں۔ بسا اوقات مختلف ادویہ کو باہم ملانے اور آمیخت کرنے سے اس طرح کا ایک نیا مزاج پیدا ہوجاتا ہے اور نئی نئی خصوصیات ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ کہ خود طبیب حیران رہ جاتا ہے۔

طبعیات کی ایک مثال:

اس حقیقت کو زیادہ وضاحت سے سمجھنے کے لئے طبعیات کے اس عام مسئلہ پر غور کیجئے کہ آکسیجن اور ہائیڈروجن دو گیسیں ہیں۔ جن کو اگر علیحدہ علیحدہ دیکھا جائے تو کہیں نمی کا نشاں نہیں ملتا۔ یعنی اگر تجربہ یہ نہ بتادے کہ دونوں کے باہم ملنے سے پانی معرض ظہور میں آتا ہے تو صرف ان دونوں کا الگ الگ مطالعہ اس نتیجہ تک نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ دونوں کا مزاج اپنی طبعی خصوصیات کی وجہ سے پانی سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ یہ دونوں بھر آئینہ گیسیں ہیں۔ جن میں مائیت کی بجائے آتش پذیری کی صلاحیتیں زیادہ نمایاں ہیں۔

مکانکی ثبوت:

اسی اصول کو مکانکی انداز سے دیکھئے کہ ایک مشین، ایک انجن اور کل پُرزوں کا بہت بڑا مجموعہ اس کا ایک وظیفہ ہے۔ اور وہ جن پُرزوں پر مشتمل ہے ان کا اپنا علیحدہ علیحدہ ایک کام ہے۔ اگر ایک شخص ریڈیو کے بکھرے ہوئے اجزاء کو دیکھے تو وہ کسی ایک پُرزے کو دیکھ کر یہ پیشین گوئی نہیں کرسکتا۔ کہ یہی جب دوسرے اجزاء سے مشین میں جڑے گا تو اس میں سے نغمہ و موسیقی کے چشمے ابلنے لگیں گے۔

بھاپ بظاہر کتنی ہلکی شے ہے۔ لیکن یہی ترتیب پا کر اور دوسرے کل پُرزوں سے مل کر بڑے بڑے انجنوں کو بجلی کی سی رفتار سے حرکت دیتی اور چلاتی ہے۔

حسن کی حقیقت:

جمالیات میں بھی یہی اصول کارفرما ہے۔ یہاں بھی حسن کا مفہوم یہ نہیں کہ لذت نظر کا پورا پھیلاؤ جسم کے ایک ہی حصہ میں سمٹ آیا ہے۔ بلکہ یہ ہے کہ وہ ایک بالکل نئی حقیقت ہے جو مختلف حقیقتوں کے امتزاج و ترتیب سے پیدا ہوتی ہے۔ یعنی صرف کاکل و گیسو کا پیچ و خم ہی اسے معرض ظہور میں نہیں لاتا۔ بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ اس کا تعلق ایک حسین چہرہ سے بھی ہو۔ پھر وہ حسین چہرہ بھی تنہا کوئی شے نہیں جب تک ایک براق اور صراحی دار گردن نے اسے نہ تھام رکھا ہو۔ اور بات یہیں ختم نہیں ہوجاتی پھر اس گردن کو بھی اس طرح کا ہونا چاہیئے کہ جب نظر اس سے پھسلے تو ایسی جگہ جا کر رکے کہ اس رکاوٹ کے بعد دنیا کی اور کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے۔ پھر نظر اور خیال کی یہ بھی کوئی آخری رکاوٹ نہیں۔ اور کئی چیزیں ہیں جو نظر کے دامن کو اپنی طرف کھینچتی ہیں، مسکراہٹیں ہیں، انگڑائیاں ہیں، چال ہے، ادائیں ہیں اور خدا جانے کیا کچھ ہے؟ غرض یہ ہے کہ ان میں ایک ایک چیز کا علیحدہ علیحدہ اگر آپ تصور کریں گے تو ان میں کوئی کشش اور جاذبیت نظر نہیں آئے گی۔ لیکن جب ان سب کی مجموعی فوج تیار ہوگی۔ تب فتوحات کی وسعتوں کے کیا کہنے۔

یہ حسن جو نغمہ و شعر میں مضمر ہے کہاں سے آیا ہے۔ محض حسن امتزاج ہی تو ہے۔ ایک عمدہ سے عمدہ شعر جو آپ کو تڑپا دیتا ہے اور وجد طاری کردیتا ہے۔ وہ جن الفاظ اور تراکیب پر مشتمل ہوتا ہے ان کو الگ الگ ہزاروں مرتبہ ہم پڑھتے اور دیکھتے ہیں۔ لیکن ہمارا ذہن کبھی متاثر نہیں ہوتا۔ پھر جب ایک صاحب فن ان الفاظ کو لے کر سلیقے سے ترتیب دیتا ہے تو اس میں بالکل نئی معنویت پیدا ہوجاتی ہے۔ جو پہلے نہیں ہوتی۔ اسی طرح یہ حقیقت ہے کہ اگر ہمارا سائنس اتنی ترقی کرلے کہ وہ نغمہ کا ٹھیک ٹھیک تجزیہ کرسکے تو وہ آپ کو یہ بتاسکے گا کہ وہ راگ جو آپ کے لئے لذتِ گوش کا سامان بہم پہنچاتا ہے درحقیقت ایسی آوازوں کا مجموعہ ہے کہ جن کو اگر آپ الگ الگ سن پائیں تو بے توجہی یا نفرت سے منہ پھیر لیں۔

استدلال و استنباط کا معاملہ:

غرض یہ ہے کہ ہر شے کے دو مزاج ہوتے ہیں۔ ایک جب وہ تنہا ہو اور ایک جب وہ دوسری چیزوں کے ساتھ ملے۔ ٹھیک اسی طرح فکر و استدلال کا معاملہ ہے۔ یہاں بھی ایک حقیقت یا مفہوم وہ ہے جو ایک آیت یا ایک

حدیث میں منفرد آنذکور ہے اور ایک اس کی وہ جامع اور واضح شکل ہے جو کتاب و سنت کے دفاتر و ابواب میں مختلف پہلو اور پیرایہ ہائے بیان میں مستور ہے۔ ان دونوں میں وضاحت و تعیین کا جو فرق ہے وہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔

یہ قطعی ممکن نہیں کہ ایک مسئلہ اپنے طبعی پھیلاؤ کے ساتھ کسی ایک جگہ اس انداز سے آجائے کہ کوئی پہلو اجمال کا اس میں نہ رہے۔ یا کوئی غلط تاویل نہ پیدا ہوسکے۔ یا کسی شک وظن کی گنجائش نہ نکل سکے۔ بلکہ اس کے برعکس قرآن و حدیث کا مسائل کے باب میں یہ انداز خاص ہے جو بالکل فطرت انسانی کے مطابق ہے کہ ایک مقام پر صرف انہیں حقیقتوں کا اظہار ہو جن کا اظہار وہاں مقصود ہے۔ قرآن و سنت کا انداز بیان فقہ و قانون یا انسانی فنون سے مختلف ہے۔ کیونکہ ان کے سامنے صرف چند اصول ہی نہیں جن کو سمجھانا مقصود ہے۔ پوری انسانی زندگی ہے۔ پورا معاشرہ ہے۔ زمانہ کا ایک مخصوص ذہن ہے۔ وقت کے رسم و رواج اور تصورات و عقائد ہیں۔ آں حضرت ﷺ مکلف ہیں کہ ایک خاص تدریج اور ترتیب سے ان تک اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچائیں اور خاص ڈھب سے ان کی ترتیب فرمائیں۔ اس لئے وہاں ترتیب مسائل کا وہ ڈھب قدرتاً نہیں ہوسکتا جو ہم کو فنون کی کتابوں میں ملتا ہے۔ کیونکہ ان کے سامنے صرف فن اور اس کے متعلقات ہیں اور آں حضرت ﷺ کے سامنے ایک قوم ہے جس کی اصلاح کی ایک خاص رفتار ہے اس لئے قرآن و سنت کی ہدایات و نصوص اس تاریخی رفتار کے دوش بدوش چلتے ہیں۔

ایک نکتہ:

یہی وہ نکتہ ہے جس پر نظر نہ ہونے کی وجہ سے بعض لوگوں نے قرآن حکیم میں ازراہ تکلف ربط آیات کی تلاش شروع کر دی اور قرآن کو بھی ایک انسانی کتاب بنانا چاہا۔ جس میں ترتیب بیان کا وہی انسانی ڈھنگ ہے۔ گویا وہ بھی ایک فن ہے اور اس میں بھی وہی ترتیب و ربط ہے جو فن کی دوسری کتابوں میں ہوتا ہے۔ حالانکہ کتاب و سنت ایک قوم کی ترتیب کا عملی و علمی ریکارڈ ہے۔ اس میں جو ترتیب ہے وہ تاریخی ہے۔ واقعات کی ہے۔ مسائل و مضامین کی ہے اس انداز کی نہیں کہ آپ ایک ایک آیت کو ما قبل سے متصل اور جڑا ہوا پائیں۔

دوسرا مقدمہ:

اس لئے قدرتاً دوسرا مقدمہ یا اصول فہم مسائل جس کا مرعی رکھنا ضروری ہے یہ ہوگا کہ جب کسی مسئلہ پر غور کریں بشر طیکہ وہ مسئلہ اہم اور بنیادی بھی ہو تو اس کے پورے متعلقات کو بیک وقت زیر نظر لائیں۔ کتاب و سنت میں تفحص اور تلاش سے ایسے مقامات مل کر ایسی مکمل اور جامع اور ایسی واضح اور روشن تصویر آپ کے سامنے پیش کریں گے کہ اتنی وضاحت و جامعیت سے وہ کسی ایک جگہ نہیں مل سکے گی۔ یعنی دلائل و مویدات کے پورے پھیلاؤ کو پہلے اپنے سامنے لائیے۔ پھر یہ دیکھئے کہ اب آپ کے تاثرات کیا ہیں؟ یقیناً اس طرح کا یہ تاثر اس تاثر سے بالکل مختلف ہوگا۔ جو اس ترتیب کو ملحوظ نہ رکھنے سے پیدا ہوتا ہے۔ یوں ایک شبہ جو ایک جگہ ابھرتا ہے۔ دوسری جگہ زائل ہوجائیگا۔ یعنی اگر ایک مخصوص وضاحت ایک آیت میں آپ کو نہیں ملے گی تو وہ دوسرے انداز سے دوسری جگہ مل جائے گی یہی حال احادیث کا ہے کہ ان کو ساتھ ساتھ رکھنے سے شک و شبہ کی تمام گنجائشیں ختم ہوجاتی ہیں۔

ایسی صورت میں مسئلہ کی لغوی اور ادبی تصریحات کی بھی چنداں ضرورت نہیں رہے گی۔ اور

یفسر بعضہ بعضاً

کا وہ منظر آپ کے سامنے آئے گا کہ جس سے کامل انشراح صدر کے مواقع ملیں گے۔

اس سلسلہ میں مناظروں کا عامتہ الورود دھوکہ یا گھپلا یہ ہوتا ہے کہ اس تاثر کو وہ زائل کریں جو تصویر کے پورے رخوں کو دیکھنے سے پیدا ہوا ہے۔ یعنی ایک ڈاکو کی طرح جو بھیڑ اور ہجوم سے بچتا ہے اور اکے دکے مسافر پر حملہ کرتا ہے۔ یہ صرف ایک ایک آیت کو بحث کے لئے چنتے ہیں۔ اور ایک ایک حدیث کو مجموعی تاثر سے الگ کر کے حملہ آور ہوتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ذہن میں چونکہ مسئلہ کے تمام پہلو نہیں رہتے اس لئے کمزور عقل اور تھوڑے علم کا آدمی آسانی سے ان کی تاویلات کا شکار ہو جاتا ہے۔

تیسرا اصول:

فکرو استدلال کی گاڑی کو کامیابی کے ساتھ منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے اس مقدمہ کی رعایت بھی ضروری ہے کہ دعوٰے اور دلائل میں خصوص و تعیین کی مناسبت کا خیال رہے۔ یعنی جس درجہ دعوٰے میں تعیین اور تحدید ہے اسی طرح دلیل کو بھی متعین و خاص (SPECIFIC) ہونا چاہیئے۔ ورنہ یہ اندیشہ لاحق رہے گا کہ مدعی و مجیب دونوں اپنی اپنی ہانکتے رہیں اور تنقیح طلب نکات بدستور تشنہ ہی رہیں۔

فکرو استدلال کی عام لغزش:

روداد مناظرات میں یہ مغالطہ عام ہے۔ ہر مناظر دعویٰ تو کرتا ہے ایک سگے بندھے اور نپے تلے عقیدے کا، اور دلائل ایسے پیش کرتا ہے کہ جن کے مزاج میں عموم تو ہوتا ہے مگر وہ کلیت نہیں ہوتی۔ ہر ہر فرد پر جس کا اطلاق بلامحابہ ہو سکے اور نہ وہ تعیین و خصوص ہی ہوتا ہے کہ جس سے دعویٰ ثابت ہو سکے۔ موضوع زیر بحث میں جہاں جہاں اس انداز کے دھوکے اور گھپلے آئے ہیں۔ میں ان کی چہرہ کشائی نہیں کروں گا۔ کیونکہ ان کی وضاحت تو اپنے مناسب مقام پر ہوگی۔ سردست دوسری طرح کی مثالوں سے اس کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔

ایک مثال:

متحدہ ہندوستان میں دو سیاسی تنظیمیں ایک دوسرے کو پچھاڑنے کے لئے بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہی تھیں۔ ایک کانگرس تھی جس میں مولانا ابوالکلام آزاد اپنی تمام خوبیوں کے ساتھ پیش پیش تھے اور دوسری جانب مسلم لیگ تھی جس کی عنان قیادت بانیٔ پاکستان محمد علی جناح کے ہاتھ میں تھی۔ مولانا کے حامی یہ کہتے تھے کہ انگریزی داں حضرات کو اسلامی مزاج سے کیا مناسبت؟ اور لیگ سے وابستہ اس الزام کا یوں جواب دیتے تھے کہ یہ مانا، ابوالکلام آزاد بڑا دقیقہ رس عالم ہے مگر سیاسیات کا خارزار ہے۔ یہ قال اللہ وقال الرسول کہنے والے کیا جانیں کہ یہاں کن کن مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا ہے؟

استدلال کی غلطی دونوں جانب یہ تھی کہ یہ بحث کرنے والے یہ بھول جاتے تھے کہ متنازع فیہ کوئی عالم دین نہیں بلکہ ابوالکلام ہے جس کی جامعیت اور سیاسیات میں بصیرت کو رسوخ کا لوہا بڑوں بڑوں نے مانا ہے۔ اسی طرح

سوال صرف کسی مسٹر کا نہیں۔ محمد علی جناح کا ہے جو ہوسکتا ہے دین کی جزئیات کو اتنا نہ جانتا ہو جتنا ایک عالم دین جانتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے اس کی شبانہ روز کی زندگی کا معمول اس انداز سے مختلف ہو جو عام مسلمان کا ہوسکتا ہے۔ لیکن اتنا تو بہر آئینہ مسلّم ہے کہ اس کی دعوت کی بنیاد دو قوموں کے جس عقیدہ پر تھی وہ عین اسلامی انفرادیت کا تقاضا تھا۔

غرض یہ نہیں کہ دونوں کو حق بجانب ٹھہرایا جائے یا دونوں کی غلطی پکڑی جائے۔ بتلانا یہ مقصود ہے کہ دونوں گروہوں کے طرز استدلال میں جو منطقی غلطی تھی۔ وہ یہی تھی۔ کہ ان کا دعویٰ تو منصوص اور متعیّن تھا لیکن دلیل کی بناوٹ میں عموم کو زیادہ دخل تھا۔ یعنی ثابت وہ یہ کرنا چاہتے تھے کہ ابوالکلام علم و فضل کی جلالت شان کے باوجود سیاسیات میں کورے ہیں اور دلیل وہ یہ لاتے تھے کہ عام علماء کے دائرہ معلومات میں سیاسیات کو کوئی اہمیت حاصل نہیں ہوتی اسی طرح دوسرا فریق جواباً کوشش یہ کرتا تھا کہ بانئ پاکستان کی دین سے متعلق عام لاعلمی کا غلط استعمال کرے۔ حالانکہ یہ کوئی ضروری نہیں ہے۔ اگر کسی شخص نے اسلامی فنون کو نہیں پڑھا۔ تو وہ اسلام کے متعلق ایک بدیہی اور جانی پہچانی حقیقت سے بھی ناواقف ہے۔ ہر شخص یہ جانتا ہے کہ اسلام ایک الگ ثقافت ہے اور اسلامی قومیت کی بنیاد علیحدہ اور ممتاز عقیدے کی نیو پر استوار ہوتی ہے۔

اب یہ الگ بحث طلب اور دقیق مسئلہ ہے کہ اسلامی قومیت کا دائرہ کسی دوسرے ثقافتی و وطنی دائرے سے بھی کہیں ملتا ہے یا نہیں یا اس کے ملنے اور الگ رہنے کی کیا کیا صورتیں ہیں؟ یہاں اس گتھی کو سلجھانے کا کوئی موقع نہیں۔ غرض یہ ہے کہ فریقین نے اثبات مدعا کے لئے جو ڈھنگ استعمال کیا اس میں کیا منطقی خامی تھی۔

دوسری مثال:

اسی طرح ایک گھپلا وہ ہے جو عام الحاد پسند عناصر کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے کہ اسلام ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ دلیل کا انداز یہ ہوتا ہے کہ مذہب کی نظر میں چونکہ مادیت کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ بلکہ اصلی و حقیقی شئے روحانیت ہے اس لئے وہ دینی قدروں سے بحث ہی نہیں کرتا۔ یہی نہیں بلکہ وہ طبائع کو ایسے رخ پر ڈالتا ہے کہ جو تعمیر و تمدن کے یکسر منافی ہوتا ہے یعنی ایک مذہبی آدمی کی نفسیات اس طرح کی ہوجاتی ہیں کہ وہ آخرت کو اتنا اہم سمجھتا ہے کہ یہاں کی ہر ہر لذت اس کی نظروں میں حقیر ٹھہرتی ہے۔ وہ بھوک کی ہر تکلیف اور جھانجھ کو اس توقع پر برداشت کرلیتا ہے۔ اور اس کو دور کرنے کی کوشش نہیں کرتا کہ آسمانی بادشاہت میں جو نعمتیں اس کے دستر خوان پر چنی جائیں گی وہ ان سے کہیں عمدہ ہونگی۔ اس کی ساری کوشش اس امر پر مرکوز رہتی ہے کہ کسی طرح یہ نفس امارہ ختم ہو جائے۔ اگرچہ اسکے ختم ہونے سے زندگی کی یہ ساری آرزوئیں ہی کیوں نہ مٹ جائیں۔ اس کا ذہنی برتاؤ دنیا کے بارے میں ہمدردانہ نہیں ہوتا۔

ظاہر ہے مذہب کے باب میں یہ تجزیہ عیسائیت اور ہندو مذاہب کے اعتبار سے تو صحیح ہے کہ ان کے ہاں رہبانیت اور تیاگ بنیادی عقیدہ ہے۔ ہندو مذہب کے نقطہ نظر سے یہ ساری کائنات متھ یا باطل ہے اس لئے اس کے تقاضے اور مطالبے بھی درخور اعتناء نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح عیسائیت کے خیال سے اصلی و حقیقی زندگی صرف وہ

ہے جس کا آغاز موت کے بعد ہوگا۔ دنیاوی اور جسمانی زندگی کو وہ یک قلم گناہ اور معصیت کی زندگی قرار دیتے ہیں اسی لئے نجات کے لئے وہ ان اعمال پر بھروسہ نہیں کرتے جو اس جسم کے ساتھ اس دنیا میں رونما ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ عمل جو جسم کی آلودگیوں سے کسی طرح الگ نہیں ہے پاک کیونکر ٹھہرے گا۔ ان کے نزدیک نجات کا انحصار اعمال پر نہیں کفارہ پر ہے۔ لیکن اسلام کا مزاج اس ذہنیت سے بالکل مختلف ہے۔ وہ تو موت سے پہلے کی زندگی میں اور آخرت و عقبیٰ کی زندگی میں کوئی خط امتیاز نہیں کھینچتا۔ بلکہ اس کے نزدیک تو یہ پہلی زندگی دوسری زندگی کی تمہید یا نتیجہ ہے۔ اسلام جس عقیدے کی تلقین کرتا ہے وہ یہ ہے کہ دنیا اگرچہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ٹھہراؤ کی جگہ نہیں تاہم اسکے فرائض و واجبات ہیں جن سے ادنیٰ تغافل بھی رہبانیت ہے۔ یہاں رہنے اور بسنے کے کچھ شرائط ہیں جن کو بہر آئینہ ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ اسلام تمدنی ارتقاء میں پورا پورا حصہ دار ہے۔ ایک مسلمان کی بہترین آرزو اس کے نزدیک یہی ہے کہ وہ "وقنا عذاب النار" سے پہلے حسن دنیا کا طالب ہو کہ عروس دنیا کے گیسوئے پیچیدہ کو اگر سلجھا لیا گیا تو آخرت کا مسئلہ آسان ہے۔

جسم ناپاک نہیں۔ یہ دنیا اور اس کی فطرت بھی گناہ و معصیت سے آلودہ نہیں بلکہ ارادہ و شعور اور عمل کے خاص خاص نقشے یا چوکھٹے اسے ناپاک یا پاک ٹھہراتے ہیں۔ غرضیکہ جب اسلام کا معاملہ دوسروں سے مختلف ہو تو اسے منجملہ دوسرے مذاہب کے ایک مذہب قرار دینا اور پھر ترقی کی راہ میں مانع سمجھنا منطقی غلطی ہے۔

تنبیہ کی ضرورت:

یہ اصول منطق میں نہایت پیش پا افتادہ ہے کہ جب دعویٰ خاص ہو تو اس کے ثبوت میں دلیل کو بھی خاص اور متعین ہونا چاہیئے۔ لیکن اگر آپ مباحثات کا جائزہ لیں گے تو وہ دینی ہوں یا سیاسی ان میں اسی مغالطہ کو زیادہ جاری و ساری پائے گا کہ دعویٰ و دلیل میں باہم مناسبت نہیں۔ ایک کا مزاج متعین ہے اور دوسرا غیر متعین۔ عموم کا رنگ لئے ہوئے۔ اس لئے اس پر تنبیہ ضروری تھی۔

خلاصہ بحث:

اب تک جو کچھ ہم نے کہا ہے اس کا ملخص یہ ہے کہ مسائل کے فہم کے لئے سب سے پہلے ذہن کا صاف ہونا ضروری ہے۔ بالخصوص مناظرانہ کج بحثی سے جو غور و فکر کی صلاحیتوں میں ایک طرح کا بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے اور تنگ نظری اور چھچھورپن سے جو اس کا منطقی نتیجہ ہیں بچاؤ لازمی ہے۔ اسی طرح یہ بھی لازمی ہے کہ کسی مسئلہ پر غور کرتے وقت ایک مرتبہ اس کے مجموعی چوکھٹے پر نظر ڈال لی جائے کہ دلائل و شواہد کے اس انبار سے خود بخود کیا اثرات ذہن پر مرتسم ہوتے ہیں اور دلائل کی چھان بین میں اس لغزش پر خصوصیت سے نظر رہے کہ دعوے و دلیل میں باہم تطابق بھی ہے یا نہیں۔

نعت

حکیم محمود احمد ظفر

○

بہ درگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نیست زلعل لب تو یک سخن
کم زخراج ملک اے گل بدن
نزد من ایں موئے تو یک موئے نیست
ہست بصد نافۂ مشک ختن
نام تو شد باعث تسکین دل
ذکر تو رونق پئے ہر انجمن
نظم من از وصف رخت دلبرا
گشت گراں قدر چو درّ عدن
نیک چو دانستم، دانستم ایں
بندۂ تو ہستم و تو شاہ من
نام تو ہر کس کہ بدل در گرفت
مثل ظفر رُست ز درد و محن

○

جانشین امیر شریعت سید ابو معاویہ ابوذر بخاری مدظلہ

ہماری غیرت مٹی نہیں ہے؟

بیاد تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت

۱۹۵۲ میں تحریک کے دوران لکھی گئی۔

ہنگام قیامت بیت گیا پر شور قیامت آج بھی ہے
الفت کا فسانہ عام ہوا تاثیر حقیقت آج بھی ہے
تحریک جہاد سے رغبت بھی اور شوق شہادت آج بھی ہے
ایماں کی حرارت آج بھی ہے اور جوش بغاوت آج بھی ہے
ملتان ہو لائلپور ہو یا لاہور ہو۔ کوٹ سیالاں ہو
یہ گنج شہیداں آج بھی اور انکی جلالت آج بھی ہے
باطل کی کچہری کا افسوں۔ سطوت و شہرت ٹوٹ چکا
اسلام کی نصفت آج بھی ہے قرآں کی عدالت آج بھی ہے
تشہیر تو اب بھی ہوتی ہے مرزا کی نبوت کی لیکن
تبلیغ کے نام پہ سازش کی محمود[۱] میں ہمت آج بھی ہے
آغاز سیاست حادثہ تھا انجام سیاست دیکھ لیا
وہ طوق و سلاسل کی شورش اور دار کی دہشت آج بھی ہے
تبلیغ ہو ختم نبوت کی اور اس کی بندش آپ کریں
اسلام سے یہ غداری ہے اور باعث لعنت آج بھی ہے
اشخاص پہ پہرے نام پہ قدغن پابندی تقریروں پر
جمہوریت کے پردہ میں ترویج امارت آج بھی ہے

۱۔ مرزائیوں کے دوسرے امام مرزا بشیر الدین محمود

تم لاٹھی، گولی، سولی سے بھی مسئلہ حل تو کر نہ سکے
وہ ایک مطالبہ ٹل نہ سکا اور اس کی وہ عظمت آج بھی ہے
طاقت سے تشدد سے تم نے تحریک کو ظاہر میں کچلا
پر اتنا تم بھی مانتے ہو۔ تحریک کی ہیبت آج بھی ہے
بے کیف ہو تم بے روح ہو تم بے چین ہو تم بیتاب ہو تم
اے مقتدرو مظلوموں کی اتنی تو کرامت آج بھی ہے
تم پر ہے وبال خون شہیداں اور مسلط بد بختی
خطرہ میں وزارت کل بھی تھی، ضغطہ میں حکومت آج بھی ہے
ناصر[۲] نے تو مرزائیوں کو قانوناً کافر گردانا
عاصی ہی سہی پر اس میں بھی ایمان کی غیرت آج بھی ہے
اللہ نے دین کو عزت دی ہم عاجزوں کی خود لاج رکھی
معلوم ہوا امت پہ نبی کی نظر عنایت آج بھی ہے
پر تم نے فقط انگریز کی خاطر کفر کو بھی اسلام کہا
سو تم پر حیرت کل بھی تھی اور تم پر حسرت آج بھی ہے
ہے عقل تو تم بھی مرتدوں کے کفر کا اب اعلان کرو
ورنہ تو وہی تحریک تحفظ ختم نبوت آج بھی ہے
پھر یاد رکھو ہٹ دھرمی کا انجام وہی بربادی ہے
عقبیٰ کی ندامت قطعی ہے اور دنیا کی ذلت آج بھی ہے۔

○

۲۔ جمال عبدالناصر مرحوم نے مصر میں مرزائیوں کو کافر قرار دیا تھا۔

پروفیسر محمد اکرم تائب
(عارف والا)

بڑھاؤ نہ حد سے سخاوت زیادہ

اداکار یا کہ کھلاڑی بنو تم
"جو چاہو کریں لوگ عزت زیادہ"
یہ مانا کہ مشکل ہے پٹوار یارو
مگر اس میں ملتی ہے رشوت زیادہ
کوئی سخت دل تم کو اغوا نہ کر لے
"بڑھاؤ نہ حد سے سخاوت زیادہ"
مری جیب پر بس تمہاری نظر ہے
"جتاؤ نہ اپنی محبت زیادہ"
نئی ایک شادی رچاتے ہیں جھٹ پٹ
یونہی ہم کو ملتی ہے دولت زیادہ
یہ مالا یہ جُبّہ و دستار یارو
نمائش کی ہے یہ عبادت زیادہ
جو مطلوب ہے تم کو بیوی سے خدمت
کرو اپنے سالے سے الفت زیادہ
یہ نوکر کمینے، سمجھتے ہیں تم کو
"نہ رکھو امیروں سے ملت زیادہ"
یہ پہلے سے بھی بڑھ گئی دل کی دھڑکن
کہ فلموں میں اپنی ہے وحشت زیادہ
خوشامد کرو اپنے صاحب کی تائب
"اگر چاہتے ہو فراغت زیادہ"

پروفیسر عابد صدیق

غزل

اب آ ہی گئے ہیں تو کوئی بات ہی ہو جائے
اس دشمنِ ایماں سے ملاقات ہی ہو جائے

اک مجمعِ رندانِ صفا کیش بہم ہے
کچھ تذکرہ پیرِ خرابات ہی ہو جائے

یکسانیٔ حالات کسی طور تو ٹوٹے
جس بات سے دل ڈرتا ہے وہ بات ہی ہو جائے

ٹھہری ہے کڑی دھوپ زمانوں سے سروں پر
گر صبح مقدر میں نہ تھی، رات ہی ہو جائے

ہر صورتِ تعزیر پہ خوش ہوں کہ مرا جرم
آئینۂ آئینِ مکافات ہی ہو جائے

اقوال ترے ملنے نہ ملنے میں کئی ہیں
تو بول کہ تطبیقِ روایات ہی ہو جائے

اس شہرِ خرابی سے نکل چلیے کہ عابد
اچھا ہے ذرا سیرِ مضافات ہی ہو جائے

ماضی کے جھروکے سے

ابن امیر شریعت سید عطا المحسن بخاری
ناظم اعلیٰ مجلس احرار اسلام پاکستان

مجلس احرار اسلام اور تحفظ ختم نبوت

ا۔......۱۹۴۸ء میں مجلس احرار اسلام کے اکابر نے غیر سیاسی ہونے کا فیصلہ کیا۔
ان اکابر مرحومین کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری ، ضیغم احرار جناب شیخ حسام الدین صاحب امرتسری۔ مدبر احرار جناب ماسٹر تاج الدین صاحب لدھیانوی۔ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔

۲۔......۱۹۴۹ء میں مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام ملتان میں دار المبلغین قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ چونکہ مجلس احرار اسلام کا شعبہ تبلیغ پہلے کادیان میں تھا۔ اور پاکستان بننے کے بعد جماعت کے اکابر بھی تقسیم ہند کی اٹھا بٹخ کا شکار ہوئے تھے حالات سازگار نہ تھے۔ اپنی پونجی سنبھالنے میں دو سال لگ گئے۔ ادھر مرزائیوں نے ربوہ میں فرنگی اور مسلم لیگ کی سرپرستی میں کئی سو بیگھہ زمین حاصل کر کے مرزائیت کا ایک بڑا مرکز قائم کر لیا تھا۔ اس لئے بزرگوں نے رد مرزائیت کے لئے ربوہ میں یا ربوہ کے آس پاس جگہ حاصل کرنے کے لئے بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر مرزائی نواز مسلم لیگی حکومت نے مجلس احرار کی ایک نہ چلنے دی۔ تب حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کی نگرانی میں ملتان میں ہی شعبہ تبلیغ کی ابتداء کی گئی یوں دار المبلغین قائم ہوا جس میں حضرت مولانا محمد حیات صاحب اور حضرت مولانا لال حسین اختر صاحب مجلس احرار کی نظامت میں تعنیات کئے گئے کہ یہی بزرگ ختم بنوت، حیات عیسیٰ علیہ السلام رد مرزائیت کے موضوعات پر احرار کے مستند اور ماہر مناظر تھے۔ اور انہیں ان موضوعات پر زبردست کمانڈ حاصل تھی۔

۳۔......ربوہ میں مرزائیوں نے مرکز بنانے کے بعد انگریز اور مسلم لیگ سے حاصل کئے گئے سرمائے کے بل بوتے پر پاکستان کے گوشے گوشے میں تبلیغ مرزائیت کا جال پھیلا دیا تو مجلس احرار اسلام نے اپنی خداداد جرات و بہادری شجاعت و بسالت اور ہمت و سرفروشی کی روداد رقم کرتے ہوئے ۵۲،۵۱،۵۰ء میں مرزائیوں کے خلاف بھرپور کام کیا اور ان کے تعاقب میں سندھ اور بلوچستان کے دور دراز علاقوں میں بھی گئے جس کے نتیجے میں ۵۳ء میں ختم نبوت کی تحریک چلی تحریک نے جہاں مرزائیت کی کمر توڑ دی وہاں مسلم لیگی حکومت بھی زیر وزبر ہو گئی۔ جسکی پاداش میں مجلس احرار اسلام کو خلاف قانون جماعت قرار دیدیا گیا۔ دفاتر بند، اثاثہ و ریکارڈ ضبط اور اکابر احرار جیل کی کال کوٹھڑیوں میں بند۔

ہم نے تمام عمر گزاری ہے اس طرح

۴۔......ایک سال بعد اکابر احرار رہا ہوئے تو پھر آشیانے کے تنکے چننے لگے مگر وہ شاخ ہی نہ رہی جس پر آشیانہ

تھا۔ کالعدم مجلس احرار اسلام کے اکابر جمع ہوئے اور باہمی طویل مشاورت سے طے پایا کہ مجلس احرار اسلام کا شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت تو موجود ہے اسکو نئے سرے سے منظم کیا جائے۔ اور حضرت امیر شریعت کی نگرانی میں احرار کے کاز اور رد مرزائیت کا کام وسیع پیمانے پر کیا جائے چنانچہ اس فیصلہ کے بعد شعبہ تبلیغ، تحفظ ختم نبوت کے نام سے سر گرم ہو گیا۔

۵..... حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ مجلس احرار اسلام صوبہ پنجاب کے صدر تھے۔ انہیں اس شعبہ تبلیغ کے حساب کتاب کی نگرانی سپرد کی گئی۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت مولانا مرحوم ایک دستور مرتب فرما کے لے آئے۔ جس میں اس شعبہ کو مستقل جماعت کی حیثیت دینے کا اعلان کیا گیا۔ یہ گھڑی احرار ساتھیوں کے لئے بڑی اذیت ناک تھی۔ مگر ان کے پر کٹے ہوئے تھے۔ احرار خلاف قانون تھی۔ ساتھی کچھ نہ کر سکتے تھے۔ احرار دوہری پالیسی کی زد میں تھے۔ چنانچہ ۵۶ء میں حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کی رہائش گاہ پر پانچ روز کی مسلسل کشمکش کے بعد شیخ حسام الدین صاحب، ماسٹر تاج الدین انصاری صاحب اور نواب زادہ نصر اللہ خان صاحب حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ کی احرار سے عدم موافقت اور عدم موانست سے تنگ آکر الگ ہو گئے اور احرار کے آزاد ہونے کا انتظار کرنے لگے۔

۵۷ء میں سکندر مرزا..... سازش اور برطانوی و امریکی آقاؤں کی اشیر واد سے برسر اقتدار آیا تو کچھ ماہ کے لئے مجلس احرار اسلام واگزار ہو گئی۔ احرار کے اکابر نے جماعت کا باقاعدہ اجلاس طلب کیا جس میں تمام اکابر و اصاغر شریک ہوئے۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور بھی اس موقع پر الگ نہ رہ سکے۔ یاد ماضی اور سنگت کا لطف انہیں ستانے لگا اور وہ پھر انہیں ایثار پیشہ سرفروشان احرار سے آملے۔ لیکن اڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے، کے مصداق ۵۸ء میں ایوب خان مرحوم نے رافضی سکندر مرزا کا ایسا ٹیٹوا دبایا کہ اس غدار ابن غدار کی نیا ہی ڈوب گئی اور پھر کبھی نہ ابھر سکی۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمہ اللہ چین سے بیٹھنے والے بزرگ نہ تھے۔ جب مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفاتر بھی سیل کر دیئے گئے۔ اور حکومت نے یہ کہ کر سیل کئے کہ یہ تو مجلس احرار کا ذیلی ادارہ ہے۔ تو مولانا مرحوم نے اس کی بحالی کے لئے صوبائی انتظامیہ سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کیا جس کے نتیجہ میں طے پایا کہ آپ "تعلیم القرآن" کے نام سے کام کریں اور اپنے "غیر احراری" ہونے کا ثبوت فراہم کریں۔ آپ کے "کردار" کو دیکھا اور آپ سے "حسن سلوک" کیا جائیگا۔ حضرت مولانا مرحوم نے یہ بات ملتان لوہاری گیٹ والے دفتر کے ایک کھلے کمرے میں باقاعدہ ایک اجلاس میں کھلے بندوں میں سنائی (لیکن حضرت امیر شریعت کو کبھی نہ سنائی) ایک احرار ورکر (جو بقید حیات ہیں اور آج جمعیت علماء اسلام فضل الرحمن گروپ کے سر گرم رہنما ہیں) کے اعتراض پر حضرت مولانا برہم ہو گئے اور فرمایا اگر اسلام میں قتل جائز ہوتا تو میں تمہیں قتل کر دیتا۔

۵۸ء سے ۶۱ء تک دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت مجلس احرار اسلام کے شعبہ تبلیغ ہونے کی وجہ سے ہی سیل رہا۔

۶۲ء میں جب تمام جماعتیں آزاد ہوئیں تو مجلس احرار اسلام بھی آزاد ہو گئی۔ پابندی اٹھنے کے بعد حضرت قبلہ شیخ حسام الدین صاحب نے ملتان کے اسی دفتر (تحفظ ختم نبوت) کے ایک کمرے میں مجلس احرار اسلام کی

تنظیم نو کا اعلان فرمایا۔

تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو؟

مجھے یاد ہے وہ ذرا ذرا!

۶ ...... یہ بات بھی ریکارڈ پر موجود ہے کہ حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ نے ۵۸ء کے بعد مسلسل یہ بات جلسہ عام میں فرمانی شروع کر دی کہ:۔

"میرا مجلس احرار اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے میں مجلس تحفظ ختم نبوت کا خادم ہوں۔"

انہیں ان خیالات کے اظہار سے روکا گیا۔ تو وہ برہم ہو گئے۔

گذشتہ کئی برس سے مسلسل بعض ناعاقبت اندیش اور ان پڑھ تاریخ نویس ریکارڈ خراب کر رہے ہیں۔ اور اپنی اس تاریخی غلطی پر مسرور بھی ہیں۔ میں نے یہ سطور صرف ریکارڈ کی اصلاح کے لئے لکھ دی ہیں۔ کسی شخص کی توہین ہر گز مطلوب نہیں۔ موضوع اپنی اہمیت کے لحاظ سے مستقل کتاب کا مقتضی ہے اور انصاف چاہتا ہے۔ ہماری گزشتہ تیس برسوں کی خاموشی کو شرافت کی بجائے کمزوری پر محمول کیا گیا مگر اب پیمانہ صبر لبریز ہو چکا ہے۔ چشم دید حقائق پر مبنی مستقل کتاب عنقریب شائع کر دی جائے گی۔ ان شاء اللہ۔

(عطاء المحسن بخاری)

بلاتبصرہ:

جہاں اپوا ثقافت ہو وہاں حیوان تو ہو گا!

جہاں مخلوط صنفیں ہوں وہاں شیطان تو ہو گا۔

سیدھی سادی لڑکیاں اداکاری کے شوق میں ٹی، وی سنٹر نہ جائیں:

(سکینہ سموں)

مخلوط ماحول میں قربتیں کچھ عجیب نہیں ہوتیں بڑے بڑے مگر مچھ منہ کھولے بیٹھے ہیں۔

اسلام آباد (پی پی اے) پاکستان ٹیلی ویژن مکمل طور پر عشق و محبت کا مرکز بن چکا ہے۔ یہ ایک فطری فعل ہے کہ جہاں بھی مرد و زن باہم کام کریں گے۔ تو کوئی انہونی بات نہیں ہو گی۔ وہ ایک دوسرے میں کشش محسوس کرنے لگیں گے۔ مخلوط ماحول میں قربتیں کچھ عجیب نہیں ہوتیں۔ ٹی وی کے اس دور آشنہ کے بارے میں اداکارہ سکینہ سموں نے کہا کہ میرا مشورہ ہے کہ سیدھی سادی لڑکیاں ٹی وی سٹیشن اداکاری کے شوق میں نہ جائیں۔ کیونکہ وہاں بڑے بڑے مگر مچھ بیٹھے ہیں جو انہیں ہڑپ کر جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ٹی وی سٹیشن کوئی مساجد نہیں ہوتے کہ وہاں عورتیں اپنے آپ کو لپیٹ کر جائیں۔ میں خاموشی سے چادر لپیٹ کر آتی ہوں۔ اس موقعہ پر اداکارہ لبنیٰ ندیم جو اپنے بھائی کے ساتھ ٹی وی سٹیشن جایا کرتی تھیں نے کہا کہ پروڈیوسروں کو میری یہ بات ہر گز پسند نہیں کہ میں بھائی کے ساتھ کیوں آتی ہوں۔ کیونکہ مجھے انکی لمبی گھاتوں اور جذباتی وارداتوں کا اندازہ ہے۔

"روزنامہ نوائے وقت" ملتان ۶ مارچ ۹۴ء ص ۶

ابو ریحان سیالکوٹی

مظہری مغالطے

جب سے ہماری کتاب "سبائی فتنہ" کی جلد اوّل چھپی ہے تب سے حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بالقابہ و آدابہ اپنے ماہنامہ "حق چار یار" میں اس پر تبصرہ کرتے چلے آ رہے ہیں۔ جس کی ربیع الاول ۱۴۱۴ھ کے شمارہ تک سولہ قسطیں آ چکی ہیں۔ ہم نے اس مظہری تبصرہ کا جواب ساتھ ہی ساتھ دینا شروع کر دیا تھا اور وہ ماہنامہ "نقیب ختم نبوت" ملتان میں شائع ہونا بھی شروع ہو گیا تھا۔ لیکن وہ اندازے سے بہت زیادہ طویل ہو گیا تھا، چنانچہ مظہری تبصرہ کی صرف پہلی قسط کا جواب الجواب فل سکیپ کے ستر صفحات میں اور دوسری قسط کا جواب الجواب اسی سائز کے ساٹھ صفحات میں آیا تھا اور ابھی دسیوں قسطیں آگے پڑی ہوئی تھیں ان کا جواب بھی اگر اسی رفتار سے لکھا جاتا تو قارئین خود ہی اندازہ لگالیں کہ وہ کتنے صفحات میں سماتا۔ اور ظاہر ہے کہ اتنے طول طویل مضمون کا کوئی بھی ماہنامہ متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے ہم نے یہ سوچ کر اس کی اشاعت روک دی کہ مظہری تبصرہ مکمل ہونے پر ایک مختصر جواب تو "نقیب" میں اور مفصل جواب کتابی شکل میں دیدیا جائے گا۔

ہماری کتاب پر اپنے تبصرہ کی تازہ سولھویں قسط میں جناب قاضی صاحب نے چونکہ یہ اطلاع دی ہے کہ "حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق تو حسبِ ضرورت کافی و شافی بحث ہو چکی۔" جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہاں تک اپنی یہ بحث مکمل کر چکے ہیں اور آگے دوسری بحث شروع کرنے لگے ہیں، اس لیے مظہری تبصرہ ختم ہونے کا انتظار کرنے کی بجائے مناسب معلوم ہوا کہ اس کا جو حصہ مکمل ہو گیا ہے اس کا مختصر جائزہ قارئین کے سامنے پیش کر دیا جائے پھر جوں جوں اگلے حصے مکمل ہوتے رہیں توں توں ان کا جائزہ بھی قارئین کی نذر کیا جاتا رہے۔

تفصیلی جواب الجواب کے لیے تو قارئین کو ہماری کتاب "کشفِ سبائیت" کا ہی انتظار کرنا پڑے گا یہاں اختصار کے پیشِ نظر ہم صرف ان مغالطوں کی نشاندہی کر رہے ہیں جو قاضی صاحب نے اپنے تبصرہ کی پہلی پندرہ قسطوں میں دیئے ہیں ان میں سے پہلی قسط کا قدرے مفصل جواب چونکہ "نقیب" میں چھپ چکا ہے اس لیے "مظہری مغالطوں" کی گنتی ہم ان کے تبصرہ کی دوسری قسط سے شروع کر رہے ہیں جو ماہنامہ "حق چار یار" بابت ماہ رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ میں شائع ہوئی ہے۔

مغالطہ نمبر ۱

قاضی صاحب نے میری کتاب کے مطالعہ سے میرے بارے میں اپنا یہ احساس بیان کیا ہے کہ میں، حضرت معاویہؓ کے بارے میں اس طرح غلو رکھتا ہوں جس طرح شیعہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں

غلو رکھتے ہیں۔ ("حق چار یار" رمضان ۱۴۱۲ھ ص ۱۱)

یہ قاضی صاحب کی خالص مغالطہ دہی اور اپنے دوہرے غلو کو چھپانے کی ناکام کوشش ہے۔ "غلو" کہتے ہیں "تجاوز عن الحد" یعنی حد سے گذر جانے کو۔ اور اجتہادی خطأ و صواب کی سُنی حدود وہ ہے جس کو ہم نے اپنی کتاب کے شروع میں "اجتہادی اصولِ اربعہ" کی صورت میں بیان کیا ہے۔ لہذا اجتہادی خطأ و صواب کے سلسلے میں اُس حد سے تجاوز "غلو" ہو گا۔ قاضی صاحب مرتے دم تک ثابت نہیں کر سکتے کہ میں نے اپنی کتاب میں اُن سُنی اجتہادی اصولِ اربعہ سے کہیں بال برابر بھی تجاوز کیا ہے۔ جبکہ خود ان کے بارے میں ہم وہیں بدلائلِ قاہرہ ثابت کر آئے ہیں کہ انھوں نے جہاں حضرت معاویہؓ کی طرف خطأ اجتہادی کی نسبت کرنے میں اس حد سے بے حد تجاوز کیا ہے کہ اس کو نافرمانی، نصوص قرآنیہ و حدیثیہ کی خلاف ورزی، اللہ و رسول ﷺ کے حکم کی مخالفت اور ازروئے نصِ قرآنی در حقیقت بالکل ناجائز و غیرہ وغیرہ تک پہونچا دیا ہے وہاں حضرت علیؓ کی طرف صواب کی نسبت کرنے میں بھی اس سُنی حد سے تجاوز کیا ہے کہ اس کو "عصمت" کے درجہ تک پہونچا دیا بلکہ اس سے بھی بڑھا دیا ہے، (ملاحظہ ہو سبائی فتنہ ص ۲۶ تا ۴۸/ج ۱) قاضی صاحب میں اگر جرأت ہے تو میری کتاب سے کوئی ایک مثال ایسی پیش کریں جس میں میں نے صحابہ کرامؓ میں سے کسی بھی صحابیؓ کی طرف اجتہادی خطأ و صواب کی نسبت کرنے میں یا سُنی حدود و قیود میں رہتے ہوئے ان کی طرف اس چیز کی نسبت کرنے والوں کے بارے میں ان سُنی حدود سے تجاوز کیا ہو۔ اگر ایسی کوئی مثال ہوتی تو وہ ضرور پیش کرتے۔ لیکن یہاں وہ کوئی مثال پیش کرنے سے یکسر قاصر رہے ہیں۔

مغالطہ نمبر ۲

میرے بارے میں لکھتے ہیں کہ میں حضرت معاویہؓ کی خطاء اجتہادی کے قائل ہونے کو ان کی توہین گردانتا اور اس مسلک کو بیان کرنے والوں کو سبائیت کا طعنہ دیتا ہوں۔ (ایضاً ص ۱۱)

اس بات کو قاضی صاحب نے اپنے تبصرہ میں کئی بار دہرایا ہے۔ حالانکہ ان کی یہ بات صرف مغالطہ دہی ہی نہیں بلکہ مجھ پر بہت بڑی بہتان تراشی ہے۔ میں نے اپنی ساری کتاب میں کہیں بھی نہ تو حضرت معاویہؓ کی خطاء اجتہادی کے قائل ہونے کو ان کی توہین گردانا ہے اور نہ کہیں اس مسلک کو بیان کرنے والوں کو سبائیت کا طعنہ دیا ہے۔ میرا چیلنج ہے کہ سورج تو مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہو سکتا ہے لیکن قاضی صاحب، قیامت کی صبح تک میری کتاب کے ایسے کسی ایک مقام کی بھی نشاندہی نہیں کر سکتے اور ہرگز ہرگز نہیں کر سکتے کہ جہاں میں نے خطاء اجتہادی کو حضرت معاویہؓ کی توہین گردانا ہو اور اس مسلک کو بیان کرنے والوں کو سبائیت کا طعنہ دیا ہو۔ ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین۔ قاضی صاحب اپنی اس بہتان تراشی کا میری اس کتاب سے کوئی ثبوت پیش کریں ورنہ مجھے "سبحانک هذا بهتان عظیم" کہنے میں حق بجانب سمجھیں۔

ہاں میں نے حضرت معاویہؓ کی خطأ اجتہادی سے متعلق قاضی صاحب کے توہین آمیز لب و لہجہ، گستاخانہ اندازِ

بان اور خالص سبائیانہ طرزِ استدلال کو حضرت معاویہؓ کی توہین اور سبائیت کی ترجمانی کہا ہے اور اس پر میں اب بھی قائم ہوں۔ اور جب تک قاضی صاحب کی یہ توہین آمیز اور سبائیانہ تعبیریں موجود رہیں گی میں ان تعبیریں کو یہی کچھ کہتا رہونگا۔

مغالطہ نمبر ۳

میں نے اپنی کتاب میں معنف کی حیثیت سے اپنا تعارف اپنی کنیت یعنی اپنے نسبتی نام "ابوریحان" سے کرایا تھا۔ اس پر قاضی صاحب نے مجھے شیعوں کے تقیہ کا طعنہ دیتے ہوئے لکھا کہ "کہیں ابوریحان، تقیہ کی چادر تو اوڑھے ہوئے نہیں۔" (ایضاً ص ۱۴)۔

میرے بارے میں قاضی صاحب اپنی یہ بات اپنے تبصرہ کی پہلی قسط میں بھی لکھ آئے ہیں اور میں بھی اس کا مفصل ومدلل جواب ماہنامہ "نقیب ختمِ نبوت" بابت ماہ شوال ۱۴۱۲ھ میں دے چکا ہوں۔ وہاں میں بتا آیا ہوں کہ اپنی یہ کتاب قاضی صاحب کو میں نے بذات خود بھیجی تھی اور اپنے پورے نام اور مکمل پتہ کے ساتھ بھیجی تھی، قاضی صاحب کے لیے میرے نام و پتہ میں کوئی ابہام نہ رہا تھا اس کے باوجود ان کا مجھے یہ طعنہ دینا سوائے مغالطہ دہی کے اور کچھ نہیں ہوسکتا۔

یہاں ہم اس مفصل جواب کا اعادہ نہیں کرنا چاہتے بلکہ اس سے زائد صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ کنیت کا استعمال کرنا، قاضی صاحب کے بقول اگر تقیہ کی چادر اوڑھنے کے مترادف ہے تو اس کا استعمال تو اللہ و رسول ﷺ اور صحابہ کرامؓ و دیگر ائمہ عظام نے کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ابولہب کا ذکر اس کی کنیت سے کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے فضائل و مناقب ان کی کنیت سے ہی بیان کئے ہیں حضرت ابوذر غفاریؓ کا ذکر ان کی کنیت سے ہی کیا ہے۔ حضرت علیؓ کی کنیت---- ابوتراب---- اور حضرت ابوہریرہؓ کی کنیت---- ابوہریرہؓ---- تو صادر ہی آنحضرت ﷺ کی مبارک زبان فیض نشان سے ہوئی ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں بیسیوں صحابہؓ ایسے ہیں کہ ان کی جان پہچان ہی ان کی کنیت ہے، ان کا اصل نام جاننے کے لیے عوام تو رہے ایک طرف بعض دفعہ خواص تک کو بھی کتابوں کی ورق گردانی کی ضرورت پڑتی ہے۔ جیسے حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت ابوایوب انصاری اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اور صحابہؓ کے علاوہ دیگر آئمہ ہدیٰ مین سے ایسے حضرات کی فہرست تو بہت ہی طویل ہے جو اپنی کنیت سے ہی جانے پہچانے جاتے ہیں۔ مثلاً فقہاء میں سے امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف وغیرہ ہما، علماء عقائد میں سے امام ابوالحسن اشعری اور امام ابومنصور ماتریدی وغیرہ، محدثین میں سے امام ابوداؤد اور امام ابوعیسیٰ ترمذی وغیرہ اور ہمارے دور کے مولانا ابوالکلام اور علامہ ابوالوفا افغانی وغیرہما رحمہم اللہ

قاضی صاحب ہی فرما دیں کہ کیا یہ سب حضرات بھی شیعوں کے تقیہ کی چادر اوڑھے ہوئے تھے جو اپنے

خاندانی ناموں کی بجائے اپنے نسبتی ناموں یعنی کنیتوں کا ذکر کرتے اور پہچانے جاتے رہے تھے؟ کیا آپ کے نزدیک (العیاذ باللہ) اللہ تعالیٰ نے بھی تقیہ کی چادر اوڑھی ہوئی تھی جو ابولہب کو اس کی کنیت سے ذکر کیا؟ کیا آنحضرت ﷺ بھی (العیاذ باللہ) تقیہ کی چادر اوڑھے ہوئے تھے جو صحابہؓ کا ان کی کنیتوں سے ذکر کرتے رہے؟ قاضی صاحب ذرا خیال تو فرماویں کہ وہ، ابوریحان کی ضد میں کہاں کہاں پہونچ رہے ہیں۔۔۔۔ لایجرمنکم شنان قوم علی ان لاتعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ۔

مغالطہ نمبر ۴

قاضی صاحب نے اپنا وہ خواب دُہرایا ہے جس میں ان کو چوتھے حج کے موقع پر منیٰ میں حضرت معاویہؓ کی زیارت نصیب ہوئی تھی۔ بقول ان کے حضرت معاویہؓ نے ان سے معانقہ فرمایا، اس کے بعد قاضی صاحب نے عرض کی کہ "حضرت! بندہ نے کتاب "خارجی فتنہ" لکھی ہے اگر اس میں آپ کے متعلق کوئی تنقیص و توہین پائی جاتی ہے تو معاف فرما دیں۔" اس کے بعد ان کی آنکھ کھل گئی اور ان کی معافی کی درخواست پر بقول ان کے حضرت معاویہؓ کے نورانی چہرے پر کوئی ملال ظاہر نہیں ہوا بلکہ حسبِ سابق شفقت کی نگاہ تھی۔ (ایضاً ص ۱۵)

اس سے قاضی صاحب نے یہ سمجھ لیا ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہؓ کے خلاف جو کچھ جس انداز سے لکھا ہے وہ سب کچھ بالکل ٹھیک ہے۔ اس میں ان کی نہ کوئی توہین پائی جاتی ہے نہ تنقیص۔ حالانکہ اس خواب سے تو حضرت معاویہؓ کے حِلم و حوصلہ کی تائید ہوتی ہے اس بات کی حوصلہ افزائی ہرگز ہرگز نہیں ہوتی کہ ان کے خلاف قاضی صاحب کے قلم سے ایسے الفاظ نہیں نکلے جن سے حضرت معاویہؓ کی توہین ٹپکتی ہے۔ ان کا معافی مانگنا بجائے خود ایک قرینہ ہے اس بات کا کہ کچھ خلش تو ان کو بھی ضرور تھی۔ ورنہ اس وقت تک تو ان کی کتاب پر شاید کسی نے اعتراض بھی نہیں کیا تھا بلکہ تعریفیں اور تائیدیں ہی ہو رہی تھیں۔ کیونکہ کتاب "خارجی فتنہ" ۱۴۰۲ھ کے آخر میں یا ۱۴۰۳ھ کے شروع میں چھپی ہے جبکہ حضرت معاویہؓ کی خدمت میں قاضی صاحب اپنی معافی کی یہ درخواست ۹، ذوالحجہ ۱۴۰۳ھ کو پیش کر رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ابھی تک جب کسی طرف سے اس کی توہین آمیز تعبیرات اور تنقیصانہ طرز استدلال کی نشاندہی ہوئی ہی نہیں تھی تو قاضی صاحب میں معافی کی یہ درخواست پیش کرنے کا داعیہ آخر کیوں اور کیسے پیدا ہوا؟

پھر قاضی صاحب نے تو حضرت معاویہؓ کو باغی، خاطی، جائر، قرآن و حدیث کی مخالفت اور اللہ و رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کا مرتکب وغیرہ وغیرہ ان کی وفات کے صدیوں بعد کہا اور لکھا تھا اور پھر ان سے ان کا آمنا سامنا بھی خواب میں ہوا تھا اور پیش بھی قاضی صاحب ان کی خدمت میں معافی کی درخواست کر رہے تھے ایسے میں حضرت معاویہؓ جیسا حلم و حوصلہ کا پہاڑ خندہ روئی اور بردباری کا مظاہرہ کیوں نہ کرتا جبکہ وہ تو اس وقت بھی اپنے نورانی چہرہ پر ملال ظاہر نہ ہونے دیا کرتے تھے بلکہ اس سے کہیں بڑھ کر کشادہ روئی و فراخدلی اور عفو و درگذر کا

مظاہرہ کیا کرتے تھے جب ان کی زندگی میں ان کے منہ پر کوئی ان کو بُرا بھلا کہتا تھا اور ایسے لوگوں کے ساتھ حضرت معاویہؓ کے اس سلوک سے دنیا نے ہمیشہ ان کے حِلم و حوصلہ کی عظمت ہی سمجھی، بُرا بھلا کہنے والوں کی ان باتوں کی صحت نہیں سمجھی۔ اس لیے قاضی صاحب کے ساتھ جو انہوں نے مشفقانہ سلوک کیا اس سے ان کے حِلم و حوصلہ کی تائید تو ہوتی ہے، قاضی صاحب نے ان کے خلاف جو کچھ جس انداز سے لکھا ہے اس کی صحت کی تائید ہر گز نہیں ہوتی۔

ہاں! حضرت معاویہ کا ملول نہ ہونا اور معافی کی درخواست پر حسبِ سابق شفقت کی نگاہ رکھنا اس بات کی توقع دلاتا ہے کہ ان کے خلاف قاضی صاحب کی اس خامہ فرسائی پر شاید مواخذہ نہ ہو کہ صاحبِ حق نے جب معاف کر دیا تو حق تعالیٰ بھی امید ہے کہ معاف فرما دیں گے۔ لیکن اس کو توہین و تنقیصِ معاویہؓ سے اپنے اندازِ بیان اور طرزِ استدلال کی پاکی کی تائید بنانا قاضی صاحب کی بھول یا فن کاری ہے۔

مغالطہ نمبر ۵

میں نے بتایا تھا کہ مشاجراتِ صحابہؓ میں اہلِ سنت کا قوی ترین، راجح ترین اور مقبول ترین مذہب امساک و توقف ہے۔ اور اس کی تائید میں جہاں اکابر اہل السنۃ کی تصریحات ذکر کی تھیں وہاں پانچ نبوی احادیث بھی ذکر کی تھیں، قاضی صاحب اپنے خیال کے مطابق ان کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"جب آپ کے نزدیک آنحضرت ﷺ نے مشاجرات صحابہؓ کا ذکر کرنے سے بالکل روک دیا ہے تو پھر آپ نے مشاجرات صحابہ کی بحث میں سبائی فتنہ حصہ اوّل جیسی ۵۶۸ صفحات پر مشتمل کتاب کیوں لکھی ہے۔ کیا آپ نے رسول خدا ﷺ کی کھلم کھلا نافرمائی نہیں کی۔" (ایضاً ص ۱۸)

حالانکہ یہ کوئی جواب نہیں محض دفع الوقتی اور اپنے قارئین کو بہلانے اور مغالطہ دینے کی ایک ناکام کوشش ہے۔ اس لیے کہ میرے نزدیک آنحضرت ﷺ نے مشاجراتِ صحابہؓ کے ذکر سے منع فرمایا ہے، صحابہؓ کا دفاع کرنے اور بسلسلۂ مشاجرات غلطی کرنے والوں کی غلطی پر تنبیہ کرنے سے منع نہیں فرمایا بلکہ اس کا تو حکم دیا ہے، اور مشاجرات کو ذکر کرنے سے بھی جو منع فرمایا ہے تو صرف اُس ذکر سے منع فرمایا ہے جو "محاکمانہ" ہو اُس ذکر سے منع نہیں فرمایا جو "مدافعانہ" ہو۔ اس کی تصریح و تشریح میں اپنی کتاب میں کر چکا ہوں۔ دیکھو "سبائی فتنہ" حصہ اوّل ص ۵۶۲۔ اور میں نے اپنی کتاب میں صحابہؓ کا اصولی دفاع کیا ہے، بسلسلۂ مشاجرات قاضی صاحب کی غلط روش پر تنبیہ کی ہے، ان کے مشاجرات کا وہ ذکر قطعاً نہیں کیا جس سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے بلکہ یہ ذکر اگر ہے تو خود قاضی صاحب نے اپنی کتاب "خارجی فتنہ" میں کیا ہے انھوں نے ہی صحابہؓ کے مشاجراتی فریقوں میں محاکمہ و موازنہ کیا ہے، ایک فریق کو افراط کی حد تک بڑھایا چڑھایا اور دوسرے فریق کو تفریط کی حد تک گرایا گھٹایا ہے۔ جی ہاں انھوں نے ہی حضرات حکمین اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو گناہ، یقیناً سخت نافرمانی، قرآن و حدیث کی

مخالفت اور اللہ ورسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کا مرتکب گردانا ہے۔ ان کو باغی و خاطی اور جائر بنایا اور لکھا ہے، ان کے اجتہادی موقف کو بطور اصل حکم ازروئے نص قرآن درحقیقت بالکل ناجائز کہا اور ہزارہا مسلمانوں کے خون کا ان کو اور دیگر تمام اصحابؓ جمل و صفین کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔

میری طرف سے مشاجرات صحابہؓ کا یہ ممنوع ذکر تب ہوتا جبکہ میں نے بھی قاضی صاحب کے جواب میں ان کی طرح صحابہؓ میں محاکمہ و موازنہ کرکے ان کو مطعون کیا ہوتا۔ کسی کو صحیح کسی کو غلط بنایا ہوتا۔ کسی کو حق پر اور کسی کو ناحق پر بنایا ہوتا یا ان میں سے کسی کو قاضی صاحب کی طرح گناہ و معصیت کا مرتکب ٹھہرایا ہوتا۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ میں نے کسی بھی صحابی کو یہ کچھ نہ بنایا ہے نا بتایا ہے بلکہ قاضی صاحب کے اس محاکمانہ ذکر مشاجرات کے جواب میں مشاجرات سے متعلق اصول اہل السنۃ اور قواعدِ اجتہاد کی تشریح و توضیح کرتے ہوئے مظہری الزامات سے صحابہؓ کی برات بیان کی ہے۔ مظہری قلم کی سبائیانہ شوخیوں پر قدغن لگائی ہے۔ صحابہؓ کے خلاف اسکی جارحانہ جولانیوں کا اصول و قواعد کے خلاف ہونا دلائل سے ثابت کیا ہے۔ یہ صحابہؓ کرام کا اصولی دفاع یا ان کے مشاجرات کا مدافعانہ ذکر ہے جس کا آنحضرت ﷺ نے حکم دیا ہے ان کے مشاجرات کا وہ محاکمانہ ذکر نہیں جو قاضی صاحب نے کیا ہے۔ اور جس سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اس لیے اس معاملہ میں رسولِ خدا ﷺ کی کھلم کھلا نافرمانی اگر کی ہے تو خود قاضی صاحب نے کی ہے، میں نے ہرگز نہیں کی نہ کھلم کھلا نہ چھپ چھپا کر۔

قاضی صاحب یہ نہیں فرماسکتے کہ میں نے بھی سندیلوی صاحب کے جواب میں صحابہؓ کا دفاع ہی کیا ہے اس لیے کہ سندیلوی صاحب نے حضرت معاویہؓ اور حضرات حکمینؓ پر کوئی طعن نہ کیا تھا، کوئی الزام نہ لگایا تھا کہ قاضی صاحب نے جواباً اس طعن و الزام سے ان کی براءت بیان کی ہو بلکہ انہوں نے تو ان کے اجتہادی موقف کو بھی صحیح بتلایا تھا قاضی صاحب نے جواباً اس کو غلط ثابت کرنے پر اپنا ایڑھی چوٹی کا زور لگادیا۔

ان کو باغی و خاطی اور جائر بنانے نیز گناہ اور یقیناً سخت نافرمانی وغیرہ وغیرہ کا مرتکب ٹھہرانے میں اپنی ساری توانائی صرف کر ڈالی۔ ظاہر ہے کہ یہ صحابہؓ پر طعن و تشنیع اور ان کی توہین و تنقیص ہے ان کا دفاع ہرگز نہیں۔

باقی رہی حضرت علیؓ کی خلافت کو مجروح کرنے میں قاضی صاحب کے بقول میری وہ چابکدستی جس کا قصہ انہوں نے اپنے تبصرہ کی سولہویں قسط سے چھیڑا ہے؟ تو اس پر وہ قصہ مکمل ہونے کے بعد ہی کچھ عرض کیا جاسکے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

مغالطہ نمبر ۶

اسی سلسلے میں مزید لکھتے ہیں۔

"یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ آنحضرت ﷺ کی ان احادیث سے مطلقاً مشاجرات ذکر کرنے کی مخالفت فرمائی ہے۔

نہیں فرمایا کہ فلاں ضرورت کے تحت میرے صحابہؓ کے مشاجرات کا ذکر کر سکتے ہو۔" (ایضاً ص ۱۸)

یہاں تو قاضی صاحب نے اپنے قارئین کو ہی نہیں بلکہ اپنے ضمیر کو بھی مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے وہ خود اپنی متعدد عبارتوں میں "ذکر مشاجرات" کو "ضرورت و بلاضرورت" کی قید سے مقید کر آئے ہیں۔ جن میں سے چند عبارتیں ہم بھی سبائی فتنہ (حصہ اول ص ۳۳۸، ۳۳۹) میں نقل کر آئے ہیں۔ وہ خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان احادیث کا مفاد مطلقاً ذکرِ مشاجرات سے منع کرنا نہیں بلکہ صرف ایسے ذکر سے منع کرنا ہے جو اصولِ اہل السنۃ اور قواعدِ اجتہاد کے خلاف ہو۔ صحابہؓ کی توہین و تنقیص کا غماز ہو، ان کی کسرِ شان کا سبب اور ان سے بدظنی کا باعث ہو، (ان کی ایسی عبارتیں ہم اپنی کتاب میں نقل کر آئے ہیں) اس کے باوجود انہوں نے یہاں ان احادیث کا یہ من گھڑت مفاد کیوں بیان کیا؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ لگانے کو تو انہوں نے رسولِ خدا ﷺ کی کھلم کھلا نافرمانی کا الزام مجھ پر لگا دیا لیکن اس سے کوئی اور تو کیا مطمئن ہوتا شاید خود ان کا اپنا ضمیر بھی مطمئن نہ ہوا تھا۔ کیونکہ اس کو وہ خوب اچھی طرح سمجھتے تھے کہ میں نے اول تو صحابہؓ کا اصولی دفاع کیا ہے ان کے مشاجرات کا ذکر نہیں کیا اور اگر اسی کو مشاجرات کا ذکر ہی فرض کر لیا جائے تو تب بھی وہ محض مدافعانہ ہے نہ کہ محاکمانہ اور وہ یہ بھی بخوبی جانتے تھے کہ ان احادیث میں مخالفت، محاکمانہ ذکر کی ہے نہ کہ مدافعانہ کی بھی اس لیے میں اس معاملہ میں رسولِ خدا ﷺ کی کھلم کھلا تو در کنار چھپ چھپا نافرمانی کا بھی ملزم نہ ٹھہرتا تھا لیکن قاضی صاحب چونکہ بہر صورت مجھے اس کا ملزم بنانا چاہتے تھے اس لیے انہوں نے حقیقت کے ہی نہیں، اپنے سابقہ فیصلے کے ہی نہیں بلکہ اپنے ضمیر کی آواز کے بھی خلاف ان احادیث سے مطلقاً ذکر مشاجرات کی ممانعت کشید کر ڈالی۔ تاکہ اس طرح وہ، مجھے، رسولِ خدا ﷺ کی کھلم کھلا نافرمانی کا ملزم ٹھہرانے میں اپنے ضمیر کو مطمئن کر سکیں۔ لیکن یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ ان کا ضمیر ان کی اس کشید سے بھی مطمئن ہوا ہو گا۔ کیونکہ ایک تو یہ ان کی اپنی تصریحات کے خلاف ہے اور دوم اس لیے کہ اس کے مطابق ان احادیث کا مطلب تو یہ بنتا ہے کہ صحابہؓ کے خلاف ان کے مشاجرات کے حوالہ سے جو کوئی جو کچھ بھی کہتا پھرے سننے والے بالکل خاموش تماشائی بنے یہ سب کچھ سُنتے اور سہتے رہیں۔ صحابہؓ کے دفاع میں اپنی زبان تک بھی نہ کھولیں، نوکِ قلم تک کو بھی حرکت نہ دیں۔ اور یہ وہ مطلب ہے جس کا قائل تو کوئی عام سُنی بھی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ جناب قاضی صاحب جیسے اُس وکیل اور امامِ اہل السنۃ کا ضمیر؟ جس کی ساری زندگی کا عمل اور مشن اس مطلب کی نفی کرتا ہو؟ اس لیے قاضی صاحب کی یہ کشید بھی طفل تسلی اور مغالطہ دہی سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں رکھتی۔

آگے مظہری تبصرہ کی تیسری قسط شروع ہوتی ہے جو شوّال ۱۴۱۲ھ مطابق اپریل ۱۹۹۳ء کے "حق چار یار" میں شائع ہوئی ہے۔ اب حوالے اسی شمارہ کے ہوں گے۔

مغالطہ نمبر ۷

مشاجراتِ صحابہؓ سے متعلق اہل السنۃ کا ایک مذہب "توقف" بھی ہے۔ قاضی صاحب نے اس کو کمزور ترین قرار دیا تھا اور اس پر دلیل یہ دی تھی کہ یہ تردّد واشتباہ والا مسلک ہے۔ میں نے ان کی اس دلیل پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا تھا کہ تردّد واشتباہ تو صرف اہلِ توقف صحابہؓ کو ہی نہ تھا بلکہ دیگر مشاجراتی صحابہؓ کو بھی تھا۔ اس سے اگر کوئی موقف، کمزور ترین بنتا ہے تو پھر سبھی مشاجراتی مواقف کمزور ترین قرار پانے چاہئیں نہ کہ صرف "موقفِ توقف" ہی۔ میں نے اس سلسلے میں امام نووی رحمہ اللہ کی عبارت "فكانت لكل طائفة شبهة" پیش کرکے اس سے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ "شبہ ہر جماعت کو تھا" اس پر قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ ابوریحان کا

"یہ نتیجہ نکالنا بالکل بے اصل ہے کیونکہ امام نووی رحمہ اللہ کی عبارت---- کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر گروہ کو اپنے بارے میں شبہ تھا کہ انکا موقف صحیح ہے یا نہیں۔ بلکہ یہ شبہ ان کو دوسرے حضرات کے بارے میں تھا یعنی وہ یہ سمجھتے تھے کہ فریق مخالف کا موقف صحیح نہیں ہے۔ (ایضاً ص ۳۱)

حالانکہ امام نووی رحمہ اللہ کی اس عبارت کا یہ نتیجہ میں نے کہیں بھی نہیں نکالا کہ "ہر گروہ کو شبہ اپنے بارے میں تھا۔" بلکہ میں نے تو صرف یہ نتیجہ نکالا تھا کہ "شبہ ہر جماعت کو تھا۔" باقی رہی اس سے آگے یہ بات کہ ہر گروہ کو شبہ کس کے بارے میں تھا، اپنے بارے میں یا دوسرے کے بارے میں؟ تو اس بات کو سرے سے میں نے ہاتھ ہی نہیں لگایا تھا اور نہ مجھے اس کی کوئی ضرورت ہی تھی کیونکہ میرا مقصد تو صرف یہ بتانا تھا کہ شبہ اگر تھا تو صرف اہل توقف کو ہی نہ تھا بلکہ سبھی کو تھا۔ قاضی صاحب، اہل توقف کو شبہ ہونا تو پہلے سے مانتے تھے اب انہوں نے دوسرے دونوں گروہوں کو بھی شبہ لاحق ہونا مان لیا۔ اور شبہ ہونا ان کے نزدیک موقف کے کمزور ترین ہونے کی دلیل ہے تو قاضی صاحب کے طرزِ استدلال کا تقاضا یہ ہے کہ صرف موقفِ توقف ہی نہیں بلکہ سبھی مواقف کمزور ترین قرار پائیں۔ اب یا تو قاضی صاحب سبھی مواقف کو کمزور ترین کہیں یا پھر موقفِ توقف کو بھی محض شبہ کی وجہ سے کمزور ترین نہ کہیں؟ قاضی صاحب فرما دیں کہ اب وہ اہلِ توقف صحابہؓ کے خلاف اپنے غلط استدلال سے دستبردار ہوتے ہیں یا مشاجراتی دیگر مواقف کو بھی کمزور ترین ماننے پر تیار ہوتے ہیں۔

باقی رہی قاضی صاحب کی یہ تفریق کہ مدِ مقابل دونوں گروہوں کو شبہ اپنے بارے میں نہ تھا بلکہ ہر ایک کو دوسرے کے بارے میں تھا؟ تو اس کی حیثیت مغالطہ انگیزی سے زیادہ کچھ نہیں۔ کیونکہ اہلِ توقف کو بھی شبہ اپنے موقف کے صحیح ہونے میں نہ تھا بلکہ دوسروں کے بارے میں ہی تھا۔ بلکہ حافظ ابن تیمیہ نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ مشاجراتی گروہوں میں سے اپنے موقف پر نصوص اگر تھیں تو صرف اہل توقف کے پاس تھیں دوسرے دونوں گروہوں کے پاس کوئی نص نہ تھی محض اپنی اپنی رائے تھی (واما قتال الجمل و صفين فلم يروا حد منهم فيه نصاً الاالقاعدون فانهم رووا الا حاديث فى ترك القتال فى الفتنته (منهاج السنته ص ۱۵۶/ج۳)

پھر قاضی صاحب کی یہ بات بھی علی الاطلاق صحیح نہیں کہ "مدمقابل دونوں گروہوں کو اپنے بارے میں شبہ نہ تھا بلکہ ہر ایک کو دوسرے کے بارے میں تھا۔" کیونکہ وہ تومان رہے ہیں کہ ہر فریق یہ سمجھتا تھا کہ دوسرے فریق کا موقف صحیح نہیں۔ اور یہ صحیح نہ سمجھنا، قاضی صاحب ہی کہہ رہے ہیں کہ "شبہ" تھا۔ تو اس کے مقابل اس فریق کا اپنے موقف کو صحیح سمجھنا بھی تو ظاہر ہے "شبہ" ہی ہوگا۔ اس کی تفصیل تو ہم انشاء اللہ "کشفِ سبائیت" میں ہی بیان کریں گے یہاں صرف اتنا عرض کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں کہ قاضی صاحب یہاں امام نووی رحمہ اللہ کی جس عبارت کا یہ مطلب بیان کر رہے ہیں اس سے بالکل متصل خود انہوں نے ہی ان کی یہ عبارت بھی نقل کی ہے کہ "فاعتقدت تصویب انفسها بسببها" جس کا ترجمہ بھی خود انہوں نے ہی یہ کیا ہے کہ "ان میں سے ہر گروہ کو ایک شبہ لاحق تھا جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو صواب پر ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے۔" (ایضاً ص ۳۱) اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت معاویہؓ بھی اپنے آپ کو صواب پر سمجھتے تھے۔ اب قاضی صاحب ہی بتلائیں کہ ان کا اپنے آپ کو صواب پر اعتقاد کرنا حقیقت پر مبنی تھا یا شبہ پر؟ اگر حقیقت پر مبنی تھا تو پھر آپ حقیقت کے برخلاف ان کو خاطی، باغی اور جائر وغیرہ وغیرہ بنانے اور منوانے پر کیوں اور کس بنیاد پر مُصر اور تُلے ہوئے ہیں؟ اور اگر شبہ پر مبنی تھا تو یہ شبہ ان کو اپنے بارے میں ہوا یا دوسرے کے بارے میں؟ اس طرح حضرت علیؓ کا اپنے موقف کے بارے میں جو یہ فرمان ہم بحوالہ اپنی کتاب میں نقل کر آئے ہیں کہ "فاللہ اعلم اصبنا ام اخطأنا" تو قاضی صاحب ہی بتلائیں کہ یہ انہوں نے اپنے بارے میں فرمایا تھا یا دوسروں کے بارے میں؟

مغالطہ نمبر ۸

امام نووی رحمہ اللہ نے پہلے اجمالاً یہ بتایا ہے کہ "ہر گروہ کو ایک شبہ لاحق تھا۔" پھر ہر گروہ کے اس شبہ کی تفصیل بیان کی ہے۔ اسی سلسلے میں انہوں نے، باہم قتال کرنے والے دونوں گروہوں کے بارے میں لکھا ہے کہ ان میں سے ہر گروہ اپنے آپ کو برحق اور مدمقابل فریق کو باغی سمجھتا تھا۔ یہ ان حضرات کے شبہ کی ہی تفصیل تھی لیکن قاضی صاحب پتہ نہیں اس کو کیا سمجھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"فرمائیے! امام نووی رحمہ اللہ تو تصریح [1] فرما رہے ہیں کہ ان دونوں گروہوں میں سے جنہوں نے باہمی قتال کیا ہر ایک اپنے اجتہاد کو برحق سمجھتا تھا اس بنا پر وہ دوسرے فریق کو باغی قرار دے کر ان سے لڑنا ضروری سمجھتا تھا۔ لیکن ابوریحان صاحب اس کے برعکس امام نووی رحمہ اللہ پر بھی یہ الزام تراشی کر رہے ہیں کہ ان کے نزدیک

۱- لیکن قاضی صاحب کو کون سمجھائے کہ یہ تصریح ان دونوں گروہوں کے شبہ کی ہی تصریح اور اس عبارت سے پہلی اجمالی عبارت "لکانت لکل طائفۃ شبھۃ" کی ہی تشریح ہے۔ ورنہ قاضی صاحب ہی بتلائیں کہ مثلاً حضرت معاویہ علیہ السلام کا اپنے کو برحق سمجھنا اور حضرت علی علیہ السلام کو باغی قرار دیکر اُن سے لڑنا کیا ہے۔ گی؟

کچھ تو سمجھے خدا کرے کوئی

بھی ان دونوں گروہوں میں سے ہر گروہ شبہ اور تردّد میں تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔" (ایضاً ص ۳۲)

یہ بھی قاضی صاحب کی میرے بارے میں صرف مغالطہ دہی ہی نہیں بلکہ مجھ پر سنگین بہتان تراشی بھی ہے۔ کیونکہ میں نے کہیں بھی امام نووی رحمہ اللہ پر یہ الزام تراشی نہیں کی کہ "ان کے نزدیک بھی ان دونوں گروہوں میں سے ہر گروہ شبہ اور تردّد میں تھا۔" بلکہ میں نے نووان کی عبارت "فکانت لکل طائفة شبهة" کے حوالہ سے صرف یہ لکھا تھا کہ "دیکھئے امام نووی رحمہ اللہ بالتصریح فرمارہے ہیں کہ شبہ ہر جماعت کو تھا۔" اور بس اور یہ ان پر الزام تراشی نہیں بلکہ ان کی عبارت کی عین ترجمانی ہے۔ کیونکہ الزام تراشی یہ ہوتی ہے کہ جو بات کسی نے کی ہی نہ ہووہ اس کے ذمہ لگادی جائے۔ میں نے یہاں ایسا نہ کیا تھا بلکہ امام نووی رحمہ اللہ کی طرف بعینہ وہی بات منسوب کی تھی جو انہوں نے کہی تھی۔ اور اس پر کسی اور کی نہیں بلکہ خود قاضی صاحب کی ہی شہادت موجود ہے۔ انہوں نے بھی امام نووی رحمہ اللہ کی یہی عبارت پہلے اپنی کتاب میں اور اب اپنے تبصرہ کی اسی قسط میں نقل کر کے اسکا ترجمہ یوں کیا ہے کہ "ہر گروہ کو ایک شبہ لاحق تھا۔" قارئین، قاضی صاحب کے اس ترجمہ کو اور میری اس ترجمانی کو کہ "شبہ ہر جماعت کو تھا۔" ملا کر خود فیصلہ کرلیں کہ ان دونوں میں کتنا فاصلہ ہے؟ اور یہ کہ میری ترجمانی اگر امام نووی رحمہ اللہ پر الزام تراشی ہے تو کیا مجھ سے پہلے خود قاضی صاحب ہی یہ الزام تراشی ان پر نہیں کر چکے؟

الغرض جس بات کو قاضی صاحب یہاں امام نووی رحمہ اللہ پر میری الزام تراشی بنا رہے ہیں وہ بات میں نے ان کے بارے میں کہی نہیں اور جو بات میں نے ان کے حوالہ سے کہی ہے وہ ان پر الزام تراشی نہیں۔ قاضی صاحب میں اگر دم خم ہے تو میری وہ عبارت پیش کریں۔ جس میں میں نے امام نووی رحمہ اللہ پر یہ الزام تراشی کی ہے۔

رہی امام نووی رحمہ اللہ کی وہ عبارت جس کو لے کر قاضی صاحب مجھے ان پر الزام تراشی کا مرتکب بنا رہے ہیں، جس میں انہوں نے یہ تصریح کی ہے کہ "باہم قتال کرنے والے دونوں گروہوں میں سے ہر گروہ اپنے اجتہاد کو برحق اور دوسرے فریق کو باغی سمجھتا تھا۔" تو یہ ان کی اُس عبارت کے مخالف و معارض نہیں جس سے میں نے استشہاد کیا تھا جس میں انہوں نے یہ تصریح کی ہے کہ "ہر گروہ کو ایک شبہ لاحق تھا۔" بلکہ ان دونوں عبارتوں میں ایک ہی بات بیان ہوئی ہے، دونوں میں تعارض و تخالف کا نہیں بلکہ اجمال و تفصیل کا تعلق ہے۔ ابوریحان کی پیش کردہ نووی رحمہ اللہ عبارت "فکانت لکل طائفة شبهة" اگر مشاجراتی شبہ کا اجمال ہے تو اس سے اگلی ان کی وہ ساری عبارت جس کو قاضی صاحب یہاں میرے خلاف استعمال کر رہے ہیں، اسی اجمال کی تفصیل ہے۔ زیر بحث دونوں گروہوں سے متعلق ان کی جو تصریح یہاں قاضی صاحب نے نقل کی ہے اس میں انہوں نے ان دونوں گروہوں کا اجتہادی شبہ ہی بیان کیا ہے۔ اپنی پہلی اجمالی عبارت سے ہٹ کر کوئی اور بات بیان نہیں کی۔ امام نووی رحمہ اللہ کی ان دونوں اجمالی اور تفصیلی عبارتوں میں اگر قاضی صاحب تضاد و تعارض سمجھتے ہیں تو یہ ان کی کج فہمی ہے۔ جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ اگر اللہ کو منظور ہوا تو قارئین "کشفِ سبائیت" میں اس کی تفصیل ملاحظہ فرماویں گے۔

باقی

ابو معاویہ مفتی منظور احمد تونسوی (رئیس الافتاء جامعہ قاسم العلوم ملتان)

ایک شیعہ کے تیس ۳۰ سوال اور اُن کے جوابات

کہ سابقین مہاجرین وانصار کیساتھ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے والے شان میں برابری نہیں کرسکتے کیونکہ

اولئک اعظم درجتہ الآیہ

انکے درجات بہت بلند ہیں لیکن درجہ میں فرق کے باوجود جنت کا وعدہ سب سے ہے۔ بتائیے صحابہؓ کرام کے سوا کسی اور کو جنتی ہونیکا سارٹیفک عطا فرمایا گیا ہے؟ ہر گز نہیں۔ تو اس سے بڑھکر اور کیا ہو۔

دوسری آیت میں ہے۔

والذمهم كلمة التقوىٰ وكانوا احق بها وا اهلها الایہ پ ٢٦ سوره الفتح ع ٢

کہ صحابہ کرام کو تقویٰ لازم کر دیا گیا ہے کیونکہ وہ اسکے لائق اور مستحق بھی تھے۔

حدیث میں ہے۔

کلمتہ التقوی کی تفسیر لا الہ الااللہ

سے کی گئی ہے سو یہ بات ہر شک اور شبہ سے بالا ہے کہ کلمہ اسلام ان کے دلوں میں اتارا گیا تھا۔

یہ بات بالقطع والیقین حق ہے کہ صحابہؓ میں ایک بھی ایسا نہ تھا جو غیر ثقہ ہو یا جو دین میں کوئی غلط بات کہے سرخیل محدثین حضرت علامہ عینیؒ متوفی ۸۵۷ھ لکھتے ہیں لیس فی الصحابۃ من یکذب وغیر ثقتہ الخ عینی علی البخاری ص ۱۰۵ ج ۲ یعنی تمام راست گو سچے اور متقی تھے۔

علامہ ابن عبد البرؒ مالکی (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں " ان جمیعھم ثقات مامون عدل رضی فواجب قبول مانقل کل واحد منھم وشھدوا بہ علی نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ کتاب التمہید ص ۲۶۳ ج ۴۔ ترجمہ سب صحابہؓ ثقہ اور امانت دار ہیں عادل ہیں اللہ ان سے راضی ہوا ان میں سے ہر ایک نے جو بات اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی اور اسکے ساتھ اپنے نبی ﷺ کے عمل کی شہادت دی (لفظاً ہو یا عملاً) وہ واجب القبول ہے) صحابیت میں سب صحابہ راشد اور مہدی تھے مگر ان میں سے ایسے حضرات بھی ہوئے جو نظم امور سلطنت میں بھی راشد اور مہدی ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے بعد اپنی امت کو انکے نقش پا پر چلنے کی دعوت دی " علیکم بسنتی وسنتہ الخلفاء الراشدین المھدین او کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ انبیاء علیھم السلام کے بعد صحابہ ہیں جو بطور طبقہ محمود و منصور ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ

جماعت صحابہؓ مخلوق میں سے کسی کی تعدیل کے محتاج نہیں ہیں۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جو انکے باطن پر پوری طرح مطلع ہے انکی تعدیل کر چکا ہے۔ وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان الایہ کہ اللہ نے تمہارے دلوں میں کفر فسق اور گناہوں سے نفرت ڈال دی۔ قرآن مجید صحابہ کرام کو عادل متقی۔ پرہیز گار ثقہ امین سچے مومن۔ صادق کہہ رہا ہے ان کے مومن۔ صادق، امین، عادل، ثقہ ہونے پر قرآن کی حقانیت موقوف ہے۔ تو صحابیت اور تقوی لازم و ملزوم ہیں۔ اس ضابطہ و اصول کی بنیاد پر ہم اہلسنت یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ مدار فضیلت مقام صحابیت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ جنتی ہیں کوئی ایک ادنی ترین صحابی جسے ایک بار حضور ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہو گیا ہو وہ بھی دوزخ میں نہیں جاسکتا۔ حدیث میں ہے لاتمس النار مسلماً نسائی اورأی من رأی رواہ الترمذی یعنی جس نے ایمان و اسلام کی حالت میں ایک بار مجھے دیکھ لیا یا میرے دیکھنے والوں کو دیکھ لیا اسکو جہنم کی آگ چھو بھی نہیں سکتی۔ دوزخ میں جانا تو کجا اصحاب محمد ﷺ کو تو جہنم کی بھاپ اور دھواں تک بھی نہیں پہنچ سکتا اللہ تعالیٰ نے انکے متعلق اعلان فرمایا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ الایہ

سوال نمبر۹ کا خلاصہ یہ ہے کہ کنزالعمال ص ۱۵۵ ج ۶ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے بعد فتنے اٹھیں گے جب ایسا ہو تم علیؓ بن ابی طالب کا دامن پکڑنا فتنوں کے دور میں حضرت علیؓ کے دامن پکڑنے کا حکم فرمایا گیا ہے دیگر کسی صحابی کے دامن پکڑنے کا حکم نہیں فرمایا۔ نیز وہ قریبی زمانے کے فتنے کونسے تھے؟

جواب۔ فتنوں سے مراد انکار زکواۃ کا فتنہ۔ مدعیان نبوت کا اور اعراب کے ارتداد کا فتنہ ہے اور ان فتنوں میں تمام امت نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کی ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ابو بکرؓ و عمرؓ کی اقتداء کا حکم فرمایا تھا حدیث میں ہے

عن حذیفةؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انی لاادری مابقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکرؓ و عمرؓ رواه الترمذی و مشکوة ص ۵٦۰ ج ۲

دوسری حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ میرے کان اور آنکھ ہیں

عن عبدالله بن حنطت ان النبی رای ابوبکرؓ و عمرؓ فقال هذان السمع والبصر رواه ترمذی مرسلا مشکوة ص ۵٦۰ ج ۲

سوال نمبر ۱۰ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے دین کے احکام میں ردوبدل کیوں کیا؟

جواب۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ آنجناب تبدیلی احکام کی کوئی مثال پیش فرما دیتے اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے احکام شریعت میں ردوبدل فرمایا تو کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان احکام کی اصلاح فرمادی تھی؟

اگر حضرت علیؓ نے بھی انہیں مبدل اور تبدیل شدہ احکام پر عمل کیا اور انکی اصلاح نہیں فرمائی تو پھر صرف

حضرت عمرؓ پر ہی اعتراض کیوں ہے؟

سوال نمبر۱۱- کیا آپ کی کتابوں میں کوئی ایسی صحیح مرفوع حدیث ہے؟ جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کیلئے خلیفہ یا وصی کے الفاظ استعمال کر کے امت کو انکے حاکم ہونے کا حکم صادر فرمایا ہو؟

جواب- جی ہاں ایک نہیں کئی روایات میں ابوبکرؓ کے خلیفہ ہونے کیطرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں حضرت صدیقؓ کو اپنے مصلی پر کھڑا کر کے سب پر واضح فرمادیا کہ میرے بعد میرا جانشین ابوبکرؓ ہونگے؟ اور جناب علیؓ نے بھی انکی امامت کو مان لیا جیسا کہ فریقین کی کتب سے واضح ہے اور جواب نمبر۱ میں وہ روایات ذکر ہو چکی ہیں علاوہ ازیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مرض الموت میں آنحضرت ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ جاؤ اپنے والد صاحب اور اپنے بھائی (عبدالرحمان) کو بلالاؤ تاکہ میں انہیں ایک دستاویز لکھکر دوں کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ میرے بعد کوئی امیدوار (متمنی) اپنے آپکو پیش کرتے ہوئے کہے کہ میں اسکا اہل ہوں۔ پھر فرمایا بلکہ اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان ابوبکرؓ کے سوا کسی پر متفق نہ ہونگے۔

نمبر۲- حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کوئی بات کی۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ پھر آنا۔ عورت نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں دوبارہ حاضر ہوں اور آپکو نہ پاؤں (آپ نہ ملیں) تو پھر کس کے پاس جاؤں (یعنی آپکا جانشین کون ہو گا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکرؓ کے پاس جانا۔ عن جبیر بن مطعم قال اتت النبی امراۃ فکلمتہ فی شئی فامرھا ان ترجع الیہ قالت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارایت ان جئت ولم اجدک کانھا یرید الموت قال فان لم تجدینی فاتی ابابکرؓ متفق علیہ (ای فانہ خلیفتی مطلقاً) مشکوۃ ص ۵۶۰ ج ۲-

نمبر۳- دوسری روایت میں ہے حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامن نبی الاولہ وزیران من اھل السماء ووزیران من اھل الارض فاما وزیرای من اھل السماء فجبرئیل ومیکائیل واما وزیرای من اھل الارض فابوبکرؓ وعمرؓ رواہ الترمذی مشکوۃ ص ۵۶۰ ج ۲۔ یعنی ہر نبی کے دو وزیر آسمان اور دو وزیر زمین میں ہوتے ہیں۔ پس آسمان کے دو وزیر جبرائیل ومیکائیل ہیں اور زمین میرے دو وزیر ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ کیا ان صحیح حدیثوں سے شیخین کریمین صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی خلافت وحکومت کیطرف اشارہ نہیں ہے؟ کیا انکی اتباع کا حکم نہیں ہے؟ انصاف شرط ہے۔

سوال نمبر۱۲- حضرت عمرؓ کو خدمت رسول میں قلم دوات پیش کرنے کا حکم فرمایا گیا تھا لیکن حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں "ھذیان" والا گستاخانہ جملہ کیوں استعمال کیا ہے؟

جواب- یہ غلط ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو قلم دوات لانے کیلئے کہا تھا۔ کسی حدیث میں اسکا ثبوت نہیں۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ایک بہتان اور افتراء ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم قلم دوات لانے کا یہ حکم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیا تھا حضرت علیؓ خود فرماتے ہیں " امرنی النبی " ان اتیہ بطبق یکتب فیہ مالا تضل امتہ من بعدہ قال فخشیت ان تفوتنی نفسہ الخ سند امام احمد ص ۸۴ ج ۲

ترجمہ حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں آپ کے پاس ایک بڑا کاغذ لاؤں جس میں آپ وہ کچھ لکھ دیں کہ آپ ﷺ کی امت آپکے بعد گمراہ نہ ہو مگر میں نہ لا سکا کیونکہ مجھے ڈر تھا کہ کہیں میرے پیچھے ہی آپ ﷺ کی وفات نہ ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعہ کے پانچ دن بعد تک اس دنیا میں تشریف رہے۔ پس قلم دوات پیش نہ کرنے کی ذمہ داری حضرت عمرؓ پر کسی طرح عائد نہیں ہوتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم حضرت علیؓ کو تھا نہ کہ حضرت عمرؓ کو علاوہ ازیں اسکا مقصد خلافت کا فیصلہ لکھنا ہر گز نہ تھا۔ بلکہ جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے یہی تین نصیحتیں فرمائیں کہ

۱۔ یہود کو ہر گز جزیرہ عرب میں بالکل نہ رہنے دیا جائے

۲۔ بیرونی وفود کو اسی طرح آتے رہنے دینا جسطرح کہ میں انہیں آنے دیتا رہا

۳۔ میری قبر کو عبادت گاہ نہ بنانا" پہلے دو حکم بخاری و مسلم میں منقول ہیں اور تیسرا موطا امام مالک میں موجود ہے اور اگر اس طلب قرطاس کا مقصد خلافت کا فیصلہ ہی تھا تو بھی حضرت ابو بکرؓ صدیق کی خلافت کا حکم لکھانے کا ارادہ فرمایا تھا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع کر دیا کہ خدا کا فیصلہ اور مومنین کا اجماع ابو بکرؓ کے سوا اور کسی پر نہ ہوگا تو آپ ﷺ نے اس ارادہ سے درگزر فرمایا کیونکہ مقصود از خود حاصل تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کے لئے فیصلہ خلافت لکھوانے کا یہ ارادہ خود صحیح مسلم شریف میں موجود ہے۔ مسلم ص ۲۷۳ ج ۲

نیز ہذیان کی نسبت حضرت عمرؓ کیطرف محض افتراء اور بہتان ہے کسی بھی معتبر سند سے یہ حضرت عمرؓ سے مروی نہیں بلکہ قالوا بصیغہ جمع کے الفاظ ہی میں اسے نقل کیا گیا ہے صحیح بخاری کے چھ مقامات پر پہلے ہمزہ استفہام انکاری موجود ہے۔ صرف ایک جگہ یہ نہیں۔ پس وہاں بھی اسے محذوف مانا جائے گا۔ اور حاصل یہ ہوگا کہ لوگوں نے کہا۔ کیا پیغمبر کو بھی ہذیان ہو سکتا ہے۔؟ ہر گز نہیں۔

اور اسکا قرینہ اگلا جملہ ہے کہ استفہموہ۔۔۔ الخ حضور ﷺ جو فرما رہے ہیں اسے سمجھنے کی کوشش کرو۔ پس پہلے جملے میں ہذیان کا اثبات ہو تو اگلے جملے کا اس سے کوئی ربط قائم نہیں رہتا۔ لہذا پہلے جملے میں ہمزہ استفہام انکاری کے اقرار سے چارہ نہیں۔ بایں ہمہ یہ الفاظ حضرت عمرؓ سے قطعاً منقول نہیں۔ یہ ان پر ایک افتراء اور بہتان عظیم ہے۔ یا محض شارحین کا ایک گمان اور وہم۔ اس سے زیادہ اس امر کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

سوال نمبر ۱۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد میری امت فتنے برپا کر کے حقوق اہل بیت ضبط کریگی۔ فرمائیے امت نے سب سے پہلے کون سا حق اہل بیت کا غصب کیا غاصب سر کردہ کا نام کیا ہے؟

جواب۔ آپکی نقل کردہ روایت میں لفظ ائمہ کا ہے خلفاء کا نہیں ہے جبکہ ائمہ شیعہ کی اصطلاح ہے اہلسنت کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشینوں کیلئے خلیفہ یا خلفاء کی اصطلاح ہے۔ یہ تو آپ سے سوال ہے کہ وہ ضلالت و گمراہی کے امام کون لوگ ہیں۔ جن کے بارے میں روایت مذکورہ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ باقی رہا اہل بیت کے حقوق کا غصب کرنا تو یہ مسئلہ پہلے تفصیل کیساتھ درج ہو چکا ہے۔ کہ جناب علیؓ نے بھی وہ ضبط شدہ جائیداد اسکے صحیح حقداروں کو واپس نہ کی۔ جو جواب انکی طرف سے آپ دیں گے وہی جواب صحابہ ثلاثہؓ کی طرف سے ہماری طرف سے تصور فرمالیں۔

(سوال نمبر ۱۴ یہ کہ روضۃ الاحباب ص ۱۶ ج ۳ میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ترجمہ علیؓ تم پر میری حیات اور میری ممات میں خلیفہ ہے جس نے اسکی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ اب آپ فرمائیے کسی اور صحابی کے شان میں ایسا حکم رسول موجود ہے۔؟

جواب۔ یہ بات غلط ہے بلکہ شیعہ روایات میں بات اسکے برعکس ہے وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا تھا کہ آپ کے بعد خلیفہ حضرت علیؓ ہوں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انکار کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا۔ آپ ﷺ کا حق نہیں کہ آپ ﷺ امت پر کسی کو والی بنائیں۔ امت کا والی وہ ہوگا جسے امت چنے (منتخب کرے) تاکہ وہ امت کے سامنے اپنی کارکردگی کا جوابدہ ہوسکے۔ اگر وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا مقرر کردہ ہوگا تو ظاہر ہے کہ امت کبھی اس پر انگلی نہ اٹھا سکے گی اور کبھی امت کے سامنے جوابدہ نہ ہوگا حکومت اسکے ہاتھ میں ہونی چاہیئے جو اپنی رعایا کے سامنے اپنے امور سلطنت کا جوابدہ بھی ہوسکے امام محمد باقر آیت قرآنی لیس لک من الامر شئی الا پ ۴ سورہ آل عمران ۱۳۔ آیت نمبر ۱۲۸ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم حرص ان یکون الامر لامیرالمومنین علیه السلام من بعده فابی الله ؟ تفسیر فرات؟ ص ۱۹ طبع نجف اشرف ایران

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ آپ کے بعد ولی الامر حضرت علیؓ ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انکار کر دیا اور فرمایا نہیں تجھے (اے پیغمبر) اختیار کسی بات کا۔

اس آیت میں آپ کو بتلایا گیا کہ ولی الامر مقرر کرنے میں آپ ﷺ کو اپنی پسند لوگوں پر مسلط کرنے کا حق نہیں امت جس کو خود آگے کرے وہ امت کا نمائندہ ہوگا۔ اور وہی امیر المومنین ہوگا۔ وہ اپنے نظم حکومت میں پوری قوم کے سامنے جوابدہ ہوگا قوموں میں عملی سیاست کی روح یہی ہے۔

سوال نمبر ۱۵۔ کا خلاصہ۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب قاضی خان کے صفہ ۸۲۱ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت کو اجرت پر لائے اور اس سے زنا کرے تو امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر کوئی حد شرعی جاری نہ ہو گی کیا عصمت فروشی کے اڈے کہیں اسی حکم شرعی کے مطابق تو نہیں چل رہے؟ ایسے مذہب کے اختیار کرنے کا کیا مفاد ہے؟

جواب۔ یہ ہے کہ فتاوی قاضی خان کتاب الحدود کی اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ اس صورت مذکورہ میں زانی پر حد لاگو نہ ہوگی بلکہ تعزیر لگے گی۔ کیونکہ یہ وطی بالشبہ کی ایک صورت ہے۔ یہ نہ امام ابوحنیفہؒ کا فتوی ہے اور نہ مذہب بلکہ ایک قول ہے جو مصنف کتاب نے انکی طرف منسوب کیا ہے جبکہ فقہ حنفی کی کسی معتبر کتاب اور متون فقہ میں کہیں بھی اسکا ذکر نہیں ملتا۔

طرفہ تماشا یہ ہے کہ اعتراض ان لوگوں کیطرف سے ہے جنکے ہاں زنا نہ صرف جائز بلکہ اعلی ترین عبادت ہے۔ جو مرد و زن یہ عبادت سرانجام نہ دیگا وہ مومن نہیں ہوگا۔

ایک مشت (مٹھی) جو کے عوض مومنانہ صالحہ سے ایک بار رات کی تاریکی میں لذت اندوز ہونے پر حضرت حسینؓ کا درجہ حاصل ہوگا اور دوبارہ لطف اٹھانے سے حضرت حسنؓ کا درجہ حاصل ہوگا سہ بار مستمتع ہونے سے جناب

امام اول حضرت علی علیہ السلام کا مقام میسر آئیگا اور اور چوتھی بار لطف اٹھانے سے العیاذ باللہ معاذاللہ ثم معاذاللہ امام الانبیاء ﷺ کا مرتبہ مل جائیگا۔ اس لطف اندوزی کیلئے بس فریقین کی پسند کافی ہے نہ ایجاب و قبول کی ضرورت ہے۔ اور نہ مجلس نکاح کے منعقد کرنے کی حاجت اور نہ نکاح خواں کے بلانے کا تکلف؟ بلکہ ایک دوسرے کو شرمگاہ عاریۃً دے دینا بھی جائز ہے۔ سبحان اللہ کتنا خوب مذہب ہے۔ جس میں سخاوت کی انتہا کر دی گئی ہے چنانچہ شیعہ مذھب کی اصولی اور بنیادی کتاب الاستبصار ص ۷۵ ج ۲ میں ہے

سالت اباعبداللہ علیہ السلام عن عاریة الفروج قال لاباس به الخ

ترجمہ۔ امام ابوعبداللہ جعفر صادق سے مسئلہ عاریۃ الفروج دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا مضائقہ نہیں۔ چنانچہ ملت جعفریہ کے نزدیک نکاح کے انعقاد کیلئے کسی گواہ وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے بس فریقین کا باہمی ملاپ ہی نکاح ہے چاہے یہ ملاپ دونوں فریق کی رضا سے ہو یا کسی طرف سے اکراہ و جبر ہی ہو۔ ملاحظہ ہو فروع کافی ص ۱۹۰ ج ۲ میں ہے۔

کہ ایک عورت جنگل میں اکیلی جا رہی تھی اسکو سخت پیاس لگی۔ ایک اعرابی سے پانی مانگا۔ اس نے کہا اس شرط پر پانی دیتا ہوں کہ مجھ سے ہمبستر ہو۔ مجبوراً عورت نے مان لیا۔ اعرابی نے منہ کالا کیا۔ عورت امیرالمومنین عمرؓ کے دربار میں آ کر اقبالی ہوئی۔ آپ نے سنگساری کا حکم دیا۔ جناب امیر (علیؓ) نے کہا کوئی جرم نہیں ہوا عورت کی رضامندی سے یہ فعل ہوا۔ بس یہ نکاح ہو گیا۔ معاملہ ختم ہو گیا۔

عن ابی عبداللہ علیہ اسلام قال جات امراۃ الی عمرؓ فقالت انی زینت فطھرنی فامر بھا ان ترجم فاخبر بذالک امیرالمومنین صلوٰۃ اللہ علیہ فقال کیف زینت فقالت بالبادیۃ فاصابنی عطش شدید فاستقیت اعرابیا فابی ان یسقینی الا ان امکنہ من نفسی فلما اجھدنی العطش و خفت علی فامکنتہ من نفسی فقال امیرالمومنین تزویج ورب الکعبۃ الخ

ترجمہ۔ امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک عورت عمرؓ کے پاس آئی اور کہا۔ میں نے زنا کیا ہے۔ آپ مجھے پاک کیجئے۔ آپؓ نے سنگساری کا حکم دیا۔ جناب امیر (حضرت علیؓ) کو اس بات کی اطلاع ہوئی۔ آپ نے عورت سے پوچھا تو نے کس طرح زنا کیا۔ اس نے کہا میں جنگل میں جا رہی تھی مجھے سخت پیاس لگی۔ ایک اعراب سے پانی مانگا اس نے کہا مجھ سے ہمبستری کر لے تو پانی دوں گا۔ جب پیاس نے مجھے بے تاب کیا اور مر جانے کا اندیشہ ہوا۔ تو میں نے اسے اپنے نفس پر قابو دیدیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا خدا کی قسم یہ تو نکاح ہو گیا ہے۔"

حضرت امیرؓ کے اس فرمان پر عمل کیا جائے تو زنا کا دنیا سے نام و نشان مٹ جائیگا۔ بازاری عورتوں سے جو لوگ زنا کا ارتکاب کرتے ہیں اسمیں بھی تو عورت اور مرد باہم راضی ہو جاتے ہیں۔ یہاں تو صرف پانی پلایا گیا وہاں تو روپیہ بھی دیا جاتا ہے۔ فقہ جعفریہ کی اس اصولی روایت سے کئے مسئلے حل ہو گئے ہیں نمبروار ملاحظہ ہوں۔

۱۔ اس عمل اور صورت عمل کو عورت نے زنا سمجھا اور اقرار کر کے اپنے آپ کو پاک کرنے کی حضرت عمرؓ سے درخواست کی اور حضرت عمرؓ نے بھی اسے زنا قرار دیکر اسکو سزا سنادی۔

۲۔ عورت اہل زبان تھی اور مسلمان تھی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت کے عام مسلمان اس صورت واقعہ کو زنا سمجھتے تھے۔

۳۔ حضرت عمرؓ امیر المومنین تھے اہل زبان تھے اہل علم تھے شریعت کے ماہر تھے اس سے ظاہر ہوا کہ شریعت اسلامی بھی اسے زنا قرار دیتی ہے۔

۴۔ روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ سزا سنانے کے بعد حضرت عمرؓ نے اس عورت کو اجازت دیدی کہ جہاں چاہے چلی جائے اس دوران حضرت علی کو اس واقعہ کا علم ہو گیا۔

۵۔ اتفاقاً اس عورت کی حضرت علیؓ سے ملاقات ہوئی یا انہوں نے خود اسے بلایا یہ بات روایت سے صاف طور پر معلوم نہیں ہوتی صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کی اس سے بالمشافہ گفتگو ہوئی۔

۶۔ حضرت علیؓ نے اسے نکاح قرار دیا جسے عرف عام اور فقہ اسلامی زنا قرار دیتی ہے۔

۷۔ فقہ جعفریہ میں یہ نکاح ہے مگر حضرت عمرؓ کے عہد میں فقہ جعفریہ اسلامی حکومت میں رائج نہیں تھی۔

۸۔ حضرت علیؓ کو سزا سے پہلے واقعہ کا علم ہو گیا مگر انہوں نے حضرت عمرؓ کو نہ تو مشورہ دیا کہ سزا کا حکم واپس لے لیں نہ فقہ جعفریہ رائج کرنیکی مہم چلائی۔ پہلی صورت میں ان پر کتمان حق کے ارتکاب کا ثبوت ملتا ہے۔ دوسری صورت میں دین کے معاملے میں انکی بزدلی ثابت ہوتی ہے اور یہ دونوں باتیں مسلمانوں کے نزدیک حضرت علیؓ کی ذات سے جوڑ نہیں کھاتیں۔

۹۔ حضرت علیؓ نے جس فعل کو رب کعبہ کی قسم کھا کر نکاح قرار دیا اس میں گواہ موجود نہ تھے۔ لہذا اسکی سزا کوئی نہیں فقہ جعفریہ میں اسکا اصطلاحی نام متعہ بھی ہے۔

۱۰۔ یہ جرم قابل تعزیر کیوں ہونے لگا یہ تو انتہائی اعلی درجے کی عبادت ہے جیسا کہ تفسیر منہج الصادقین ص ۴۷۳-۴۷۳ پر ہے۔

قال رسول الله من تمتع مرة درجته كدرجته الحسينؓ ومن تمتع مرتين درجته كدرجته الحسنؓ ومن تمتع ثلاث مرات درجته كدرجته عليؓ ومن تمتع اربعه مرات درجته كدرجتي (العياذ بالله)

رسول ﷺ خدا نے فرمایا جس نے ایک دفعہ متعہ کیا اسکا درجہ حسینؓ کے برابر ہے۔ اور جس نے دو دفعہ متعہ کیا اسکا درجہ حسنؓ کے برابر ہے۔ اور جس نے تین دفعہ متعہ کیا اسکا درجہ علیؓ کے برابر ہے۔ اور جس نے چار مرتبہ کیا اسکا درجہ میرے برابر ہے۔

سئل ابوجعفر عن رجل كانت عنده امراة فزنى بامها اوابنتها او اختها فقال ماحرم حرام قط حلالا الخ

امام باقر سے ایک آدمی کے متعلق سوال ہوا کہ اس نے اپنی بیوی کی ماں سے یا اسکی بیٹی سے یا اسکی بہن سے زنا کیا تو کیا حکم ہے؟ فرمایا ٹھیک ہے کوئی حرام کسی حلال کو حرام نہیں کر سکتا۔ فروع کافی طبع جدید ص ۳۸۷ ج ۵

عن زوارة بن اعین قال سئل ابوعبداللہ علیہ اسلام عن الرجل یتزوج المراۃ بغیر شہودفقال لاباس بتزویج البتتہ فیما بینہ وبین اللہ انما جعل الشہود فی تزویج البتتہ من اجل الولد لولاذلک لم یکن بہ باس

ترجمہ۔ زرارہ کہتا ہے امام جعفر سے ایسے آدمی کے متعلق پوچھا گیا جو گواہوں کے بغیر عورت سے نکاح کرے۔ امام نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ اللہ کے نزدیک یہ نکاح صحیح ہے۔ نکاح کے گواہ تو صرف اولاد کیلئے ہوتے ہیں اگر نکاح میں اولاد مقصود نہ ہو تو بغیر گواہ کے نکاح میں کوئی حرج نہیں۔ فائدہ امام موصوف نے جائز اور ناجائز میں حد فاصل تو بتادی کہ اولاد مقصود نہ ہو تو کوئی مرد کسی عورت سے جب چاہے تنہائی میں بغیر گواہوں کے نکاح کر سکتا ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں دو امور قابل غور ہیں۔

اوّل یہ کہ زانی اور زانیہ کا مقصد کبھی حصول اولاد بھی ہوا ہے؟ ظاہر ہے کہ یہاں تو مقصد محض آزادانہ شہوت رانی ہوتا ہے۔ لہذا زنا نام کی کوئی چیز اگر ہو سکتی ہے تو صرف اس صورت میں کہ جب بالجبر ہو ورنہ ہر زنا دراصل ایک جائز نکاح ہے جس کے لئے گواہوں کی ضرورت نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ حکومت اور قانون اسکو تسلیم کرلے تو زنا کی حد جاری کرنے کا تکلف نہیں کرنا پڑیگا۔

من لایحضرہ الفقیہ ص ۲۵۱ ج ۳ میں ہے۔

عن مسلم بن بشیر عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال سالتہٗ عن رجل تزوج امراۃ ولم یشہد فقال اما فیما بینہ وبین اللہ عزوجل فلیس بعد شئی ولکن ان اخذہ سلطان جائر عاقبہ الخ

ترجمہ۔ امام جعفر سے اس آدمی کے متعلق سوال ہوا جس نے کسی عورت سے گواہوں کے بغیر نکاح کر لیا تو فرمایا اس میں کیا حرج ہے اللہ جو گواہ ہے لیکن اگر کسی ظالم حکمران نے پکڑ لیا تو سزا دیگا۔ سوال یہ ہے کہ ظالم حکمران ایسا کیوں کریگا؟ کیا اسے فقہ جعفری یاد نہ ہوگی۔ یا ملک میں فقہ جعفری لاگو نہ ہوگی۔ بہر حال ظالم آخر ظالم ہی ہے۔ انصاف پسند بادشاہ تو ایسے مجاہد کو انعام سے سرفراز کریگا۔ کیونکہ اس نے بلاوجہ گواہوں کو تکلیف نہیں دی اور بڑی بے تکلفی سے یہ مہم خود سر کرلی۔ سلطان جائر کا کھٹکا ظاہر کرتا ہے کہ چور اندر ہے اور ضمیر کچوکے دیتا ہے۔ کہ کتے کو بکری کا نام دیکر اطمینان سے اس کا گوشت حلق سے اتارنا مشکل ہوتا ہے۔

زرارہ کہتے ہیں میں نے امام جعفر سے پوچھا کیا متعہ کی تعداد چار میں شامل ہے؟ فرمایا چاہے ایک ہزار سے متعہ کرلے کیونکہ یہ تو اجرت کا معاملہ ہے (تہذیب الاحکام ص ۲۵۸ ج ۷

عن زرارة عن ابیہ عن ابی عبداللہ علیہ السلام ذکرلہ المتعتہ اھی من الاربعہ قال تزوج منہن الفاً فانہن مستاجرات الخ

دوسری روایت ابوسعید احول سے ہے کہ میں نے امام جعفر سے پوچھا متعہ کرنے والا کم سے کم کتنی اجرت ادا کرے فرمایا ایک مٹھی بھر گندم کافی ہے۔ قال قلت لابی عبداللہ علیہ السلام ادنی مایتزوج بہاالمتعتہ قال کف من بر۔ الخ تہذیب الاحکام ۷: ۲۶۷

بلکہ فرمایا ایک لکڑی کے عوض بھی متعہ ہوسکتا ہے۔ لیکن فارغ ہونے کے بعد مڑ کر اس عورت کیطرف دیکھنا ممنوع ہے۔ محترما یہ ہے فقہ جعفریہ اب بتائیے عصمت فروشی کی اجازت فقہ حنفی میں ہے یا فقہ جعفریہ میں؟ ذرا خدا کو حاضر و ناظر جان تے ہوئے خدا لگتی کہئیے کیا فقہ جعفریہ ماننے کے قابل ہے؟ یا عمل کے لائق۔ ایسے مذہب کو خیر باد کہدینا چاہئیے یا نہ؟ ماشاء اللہ کیسا خوب مذہب نکاح و شادی کا خرچ بھی نہ ہو ایک لکڑی یا ایک مٹھی گندم سے ساری مستیاں بھی نکل جائیں۔ اور عبادت کا ثواب بھی مل جائے بلکہ چار دفعہ منہ کالا کرنے سے تو نبوت کے برابر کا درجہ مل جائے (العیاذ باللہ) کیا ہی خوب مذہب ہے جسکے ارکان زنا اور جھوٹ ہوں۔ یعنی زنا پر بھی ثواب اور جھوٹ پر بھی اجر و ثواب؟ جس نے مغربی تہذیب کو مات کر دیا بلکہ کائنات میں جسکی نظیر نہیں ملتی!

سوال نمبر ۱۶۔ آپکی کتاب مستطرف طبع مصر ص ۱۶۱ ج ۲ میں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت پر عاشق ہو کر زنا نہ کرے تو مرتبہ شہادت پاتا ہے۔ جواب دیجئے آخر شہادت کیلئے عشق عورت ہی کا انتخاب کیوں ہے؟

جواب ہمارے ہاں تو گناہ کا فعل نہ کرنے پر ثواب ملنے کا ذکر ہے آپکے ہاں تو زنا کرنے پر جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ ایک بار زناہ کیا تو حضرت حسینؓ کا درجہ مل گیا دو بار زنا کرنے سے سیدنا حسنؓ کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے۔ تین بار زنا کرنے سے ابوالائمہ سیدنا علی کا درجہ مل گیا الخ اس پر اکتفا کر لیا جاتا تب بھی کوئی بات تھی آپ کی معتبر ترین کتابوں میں تو یہاں تک لکھا ہوا ہے کہ زانی اور زانیہ فعل زنامیں جب مشغول ہوتے ہیں تو باہر فرشتے پہرہ دیتے ہیں اور وہ جب فارغ ہو کر غسل جنابت کرتے ہیں تو غسل کے ناپاک پانی کے ایک جھینٹے سے ستر ستر ہزار فرشتے پیدا ہوتے ہیں جو قیامت تک ان منہ کالا کرنے والی عورت اور منہ کالا کرنے والے مرد کیلئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ ماشاء اللہ کتنا سہل مذہب ہے ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق؟ مستی بھی نکال لو اور ثواب بھی کما لو۔

سوال نمبر ۱۷ فتاوی قاضی خان ص ۲۸۹ ج ۲۔ پر ہے کہ آپکے امام ابوحنیفہؒ نے پنتالیس برس ایک ہی وضو سے پنجگانہ نمازیں پڑھیں کیا اس پنتالیس سال کے عرصے میں امام صاحبؒ کو رفع حاجت کی ضرورت پیش نہ آئی اور نہ ہی انہیں نیند آئی۔

جواب۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پنتالیس سال مسلسل امام صاحب نے ایسا کیا ہو اور نہ یہ کہیں لکھا ہوا ہے کہ لگاتار ۴۵ برس ایسا ہوا۔ جو لکھا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ پنتالیس سال عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز ادا فرمائی۔ اور یہ واقعہ امام صاحبؒ کے علاوہ کئی تابعینؒ کے متعلق کتابوں میں لکھا ہوا ملتا ہے کہ ان حضرات نے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی اور کئی تابعینؒ کے متعلق لکھا ہوا ہے کہ ان حضرات نے تیس برس تک روزے رکھے اور روزانہ رات کو قرآن مجید کا ختم فرماتے تھے۔ ایک بزرگ جو ابھی زندہ ہیں انکے متعلق تحقیق سے معلوم ہے کہ تیس پینتیس برس تک روزانہ رات کو نوافل میں قرآن مجید ختم فرماتے رہے ہیں۔ اس میں کونسی اعتراض کی بات ہے

ع کار پاکاں بر خود قیاس مگیر!

قول شخصے۔ ہنر بچشم عدو بزرگتر عیب است

سوال نمبر ۱۸۔ یہ کہ آپ کے امام صاحبؒ کے نزدیک جھوٹی گواہی گزار کر بیگانی عورت سے صحبت کرنے

سے کوئی گناہ نہیں ھدایہ ص درمختار ص شرح وقایہ ص

اب بتائیے سینہ زوری والا مذہب بہتر ہے یا سینہ زنی والا؟

جواب۔ یہ سفید جھوٹ ہے آپ کو چاہیئے تھا کہ عربی عبارت نقل کرتے جیسا کہ ہم نے آپ کے مذہب کی کتابوں کی عبارتیں نقل کی ہیں۔

نیز آپ کو اعتراض کا اس لئے بھی حق نہیں ہے کہ آپ کے ہاں تو بھی، جھوٹی کسی قسم کی گواہی کی ضرورت ہی نہیں جنگل میں بھی مردوزن کا ملاپ ہو جائے تو آپ کے امام رب کعبہ کی قسم کھا کر فرماتے تھے کہ یہ نکاح ہے۔ نیز فرمایا گواہ تو صرف اولاد کے نسب کے ثبوت کیلئے ہوتے ہیں ورنہ انعقاد نکاح کیلئے کس گواہ کی قطعاً ضرورت نہیں۔ بس جاتے جاتے جنگل سے کوئی ایک لکڑی اٹھالو اور وہ مومنہ صالحہ کی نذر کر کے امام سوم کا درجہ پالو۔

گل و گلچیں کا گلہ بلبل خوش لہجہ نہ کر تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

باقی رہا مسئلہ سینہ زنی کا تو یہ آپکی دل کی بات ہے آپ کے دل میں جو آئے بڑی خوشی سے کر گزریئے آپ کو کون روک سکتا ہے۔ لیکن جہاں تک شریعت کا تعلق ہے تو سینہ زنی اور ماتم حرام ہے۔ حضرت پیغمبر علیہ السلام نے منع فرمایا اور ائمہ اطہارؓ نے روکا ہے چنانچہ ارشاد ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لیس منا من ضرب الخدود و شق الجیوب و دعا بدعوی الجاھلیة الخ

وہ ہم میں سے نہیں جو کہ چہرے پر تھپڑ مارے اور گریبان پھاڑے اور کفر کے جاہلانہ طریقہ پر آہ و فغاں اور واویلا کرے۔" لطف یہ ہے کہ اس روایت کے راوی جناب علیؓ ہیں۔ اور صحاح کی روایت ہے۔ اور فروع کا ص ۲۲۸ ج ۲ میں ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لفاطمة علیھا السلام اذاانامت فلاتخمشی علی وجھا ولاترخی علی شعراً ولا تنادی بالویل ولاتقیمی علی نائحة الخ

ترجمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہؓ کو فرمایا میری وفات پر اپنے چہرے کو زخمی نہ کرنا اور بالوں کو پراگندہ نہ کرنا۔ اور ہائے وائے کر کے نہ رونا۔ اور نوحے کرنے والی نہ لانا"

تیسری روایت تفسیر صافی ص ۵۱۷، فروع کافی ص ۲۲۸ ج ۲۔ میں حضرت امام جعفرؒ صادق سے مروی ہے

عن ابی عبداللہ علیہ السلام فی قول اللہ عزوجل ولایعصینک فی معروف قال المعروف ان لایشققن حبیباً ولایلطمن خداً ولا یدعون ویلاً ولا یتخلفن عندقبر ولایسودن ثوباً ولا ینشرن شعراً الخ

ترجمہ۔ امام جعفرؒ نے اللہ تعالیٰ کے قول ولایعصینک فی معروف الآیہ کی تفسیر میں فرمایا معروف یہ ہے کہ عورتیں گریبان نہ پھاڑیں اور چہرہ پر تھپڑ نہ ماریں اور ہائے وائے نہ کریں اور قبر پر نہ جائیں اور کپڑے کالے نہ کریں اور بالوں کو پراگندہ نہ کریں"

اور ایک حدیث قدسی میں ہے "جو شخص میرے فیصلہ اور تقدیر پر راضی نہیں اور میری بھیجی ہوئی مصیبت پر صبر نہیں کرتا تو وہ میرے آسمان کے نیچے سے نکل کر کوئی اور رب میرے سوا تلاش کرے۔"

محترما اب آپ کی خوشی کی بات ہے پیغمبر ھدایت اور ائمہ ھدیٰ کا فرمان مان کر سینہ کوبی اور ماتم چھوڑ دیں یا اپنی ضد پر قائم رہتے ہوئے سینہ کوٹتے کوٹتے روز قیامت خدا کے حضور حاضر ہوں۔

سوال نمبر۱۹ یہ کہ " آپ کے مذہب کے مطابق اگر بکری کا بچہ سورنی کے دودھ سے پالا جائے تو اسکا کھانا حلال ہے درالمختار جلد نمبر ۴ پھر بتایئے سورنی کا دودھ پینا کیوں حرام ہے؟

جواب۔ فقہ جعفریہ میں ہے کہ اگر کنوئیں میں انسانی فضلات یعنی گوہ سے بھری ہوئی زنبیل (تھیلہ) گر پڑے خواہ گندگی گیلی ہو یا خشک تو کچھ حرج نہیں (کنواں پاک ہے) اس سے وضو، غسل طھارت وغیرہ ساری ضروریات پوری ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ فروع ص ۴ ج ۱ میں ہے۔

وان وقع فی البیر زنبیل من عذرة رطبة اویابسة او زنبیل من شرقین فلا باس بالوضو منها ولاینزح منها شئی۔

کوئی ڈول کھینچنے (نکالنے) کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ پانی بالکل پاک ہے۔ نہ گوہ کے پڑنے سے پلید ہوتا ہے اور نہ جانوروں کے گوبر گرنے سے؟

ایک اور روایت میں ہے کہ گھی یا تیل کے برتن میں کتا گر پڑے اور زندہ ہی نکال لیا جائے تو وہ گھی۔ تیل وغیرہ ناپاک نہیں ہوتا چنانچہ فروع کافی ص ۱۰۵ ج ۲ جزو ثانی میں ہے

وقع الفارة اوالکلب فی السمن والزیت ثم خرج منہ حیالاباس باکلہ الخ

ترجمہ چوہا یا کتا گھی یا تیل میں گر پڑیں اور جیتے جی نکل جائے تو اس گھی کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تیسری روایت کہ گوشت کی دیگ پکائی جائے اور اس سے مرا ہوا چوہا نکل آئے تو شوربا پھینک دیا جائے اور گوشت کی بوٹیاں دھو کر کھالو۔ فروع کافی جلد ۲ جزو ثانی ص ۱۰۵ میں ہے

قدر طبخت فاذا فیہ فارة یھرق مرقھا ویوکل لحمھا بعد ان یغسل الخ

چوتھی روایت۔ ایک پانی کا پرنالہ دوسرا پیشاب کا جاری ہو۔ اور وہ آپس میں خلط ملط ہو جائیں اور وہ کپڑوں کو لگ جائے تو کپڑے ناپاک نہیں ہوتے فروع کافی ص ۷ ج ۱

عن ابی عبداللہ علیہ اسلام قال او ان مزابیں سالا احدہ۔ میزاب بول و اخری میزاب ماء فاختنلف ثم اصابک ما کان بہ باس الخ مزید براں فروع کافی ص ۲۱ ج ۱ اور من الایحضرہ الفقیہ ص ۱۳

میں ہے کہ شرمگاہ کی رطوبت مذی اور ودی کے نکلنے سے نہ وضو ٹوٹتا ہے اور نہ نماز بلکہ اسکے دھونے کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ وہ تھوک اور ناک کے پانی کا حکم رکھتی ہیں پس جس کپڑے کو لگ جائیں اسے دھونے کی حاجت نہیں ہے بلکہ شرمگاہ کو بھی دھونے (استنجاء) کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ فائدہ واہ شیعہ پاک مذہب کا کیا کہنا منہ، ناک اور شرمگاہ کو یکساں بنادیا۔ جیسے منہ و ناک سے نکلی ہوئی رطوبات پاک ہیں ویسا ہی عضو مخصوص سے نکلی ہوئی ناپاک رطوبت بھی پاک ہے۔

ع لوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے؟

محترما حلال جانور حرام خوراک استعمال کرنے سے حرام نہیں ہو جاتے۔ کیا حرام خوراک پر پلنے بڑھنے والی مرغیاں روزانہ آپ تناول نہیں فرمارہے؟ بتائیے کہ فارمی مرغیوں کی غذا کیا ہے۔؟

شہر کی روڑیوں۔ گندے موقعوں پر پھرنے والی بھیڑیں جو روزانہ سلی خانہ سے ذبح ہو کر آتی ہیں انکا گوشت کیا ہندوستان کے ہندو استعمال کر رہے ہیں؟ اگر یہ سب کچھ حلال ہے تو سورنی کے دودھ پر پلنے والا بکری کا بچہ کیوں حرام ہو گیا؟

فاعتبرو یااولی الابصار الایہ

سوال نمبر ۲۰ اگر خلفاء ثلاثہؓ کو حضرت علیؓ سے محبت تھی تو باوجود اقرار ولایت علیؓ کے انہوں نے حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانے کی کوشش کیوں نہ کی؟ .

جواب۔ امام بخاری نے اپنی تصنیف التاریخ الکبیر جزء ثانی قسم اول میں رافع کی روایت

۱۔ باسند نقل کی ہے

فقال لدافع بعض القوم یا اباالجعد بما قام امیر المومنین یعنی علیا قال سمعتہ الاخبر کم بخیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہعلیہ وسلم ابوبکرؓ ثم عمرؓ الخ التاریخ الکبیر الامام البخاری ص ۲۸۰ ج ۲ طبع دکن تحت رافعؓ بن سلمہ۔ والسنن لابن ماجہ باب فضائل عمرؓ ص۱۱

حاصل یہ ہے کہ بعض لوگوں نے رافع ابوالجعد سے دریافت کیا کہ علیؓ المرتضیٰ امیر المومنین نے کیا خطاب کیا ہے تو رافع نے جواب دیا کہ میں نے سنا امیر المومنین نے فرمایا کہ خبردار لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہترین ابوبکرؓ ہیں انکے بعد عمرؓ بن الخطاب ہیں۔"

۲۔ دوسری روایت مصنف ابن ابی شیبہ ص ۷۸۸ ج ۴ مسند امام احمد ص ۱۲۸ ج ۱ اسندات علی المرتضیٰ کنز العمال ص ۳۲۹ ج ۶ بحوالہ (کر۔ ش) باب فضل الشیخین ابی بکر و عمر طبع قدیم)

حاصل یہ ہے کہ عبد خیر کہتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا انتقال بہترین حالت پر ہوا جسطرح ایک نبی ﷺ کا وصال بہترین حالت میں ہوتا ہے۔ پھر ابوبکرؓ خلیفہ بنائے گئے پس انہوں نے نبی ﷺ کے طریقہ اور سنت کے مطابق عمل درآمد کیا پھر وہ بہتر حالت پر فوت ہوئے۔ وہ اس امت لے نبی ﷺ کے بعد بہترین شخص تھے۔ پھر عمرؓ خلیفہ ہوئے عمرؓ نے نبی ﷺ کریم اور ابوبکرؓ کے طریقہ کار کے موافق عمل کیا۔ پھر وہ بہتر حالت پر فوت ہوئے اور وہ نبی کریم ﷺ اور ابوبکرؓ کے بعد تمام امت سے بہتر آدمی تھے۔"

۳۔ سند احمد ص ۱۱۵ ج ۱ اسندات علی مع منتخب کنز۔ میں عبد خیر سے روایت ہے عبد خیر کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ کھڑے ہو کر فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل آدمی ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں انکے بعد ہم سے کئی جدید چیزیں صادر ہوئیں اللہ انکے بارے میں جو چاہے گا فیصلہ فرمائیگا۔"

۴۔ چوتھی روایت حلیۃ الاولیا لابی نعیم اصفہانی ص ۱۹۹ ج ۷ تذکرہ شعبہ طبع مصر میں ہے۔

عبد خیر کہتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ شیر خدا نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کیا میں تم کو ایسے شخص کی خبر نہ دوں جو نبی ﷺ کے بعد تمام امت سے بہتر ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ بیان فرمائیے۔ آپؓ نے

فرمایا کہ وہ ابوبکرؓ ہیں پھر آپ نے بتھوڑی سی خاموشی کے بعد فرمایا کہ میں تمہیں اطلاع نہ دوں کہ ابوبکرؓ کے بعد بہترین امت کون فرد ہیں وہ عمرؓ ہیں"۔ ہے۔

پانچویں روایت ابن عبد البر نے "استیعاب" تذکرہ صدیق اکبرؓ میں باسند روایت حضرت علیؓ سے نقل کی

عن الحکم بن الحجل قال قال علی لایفضلنی احد علی ابی بکرؓ و عمرؓ الا جلدتہ حد المفتری۔"

یعنی حکم بن حجلؒ کہتا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا جو شخص بھی مجھے ابوبکرؓ و عمرؓ پر فضیلت دے گا میں اسکو مفتری کی سزا دوں گا جو اسی کوڑے ہوتی ہے۔

چھٹی روایت طبقات ابن سعد میں حضرت علیؓ المرتضی سے مروی ہے کہ

عن ابی سریحة سمعت علیا یقول علی المنبر الا ان ابابکرؓ اواہ منیب الا ان عمرؓ ناصح اللہ فنصحہ"

یعنی ابوسریحہ کہتا ہے "حضرت علیؓ سے میں نے سنا کہ منبر پر تشریف رکھتے ہو فرما رہے تھے کہ لوگو! یقیناً ابوبکرؓ بڑے دردمند۔ نرم دل اور خدا کی طرف رجوع رکھنے والے تھے۔ اور خبردار عمر بنؓ الخطاب اللہ کے دین کی خیر خواہی کرنے والے تھے۔ پس اللہ نے انکی خیر خواہی کی۔"

طبقات ابن سعد ص ۱۲۱ ج ۳۔ تذکرہ صدیق اکبرؓ طبع قدیم یورپ

ساتویں روایت طبقات ابن سعد ہی میں ہے کہ

عبیداللہ بن موسی قال ابوثقیل عن رجل قال سئل علیؓ من ابی بکر رضی اللہ عنہ و عمرؓ فقال کانا امامی ھدی راشدین مصلحین منجحین خرجا من الدنیا خمیصین۔"

خلاصہ یہ کہ حضرت علیؓ سے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق سوال کیا گیا تو حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ وہ دونوں (امت کیلئے) ہدایت کے امام اور رہنما تھے۔ (قوم کی) اصلاح کرنے والے تھے (مقاصد خیر میں) کامیاب و کامران تھے۔ دنیا سے بھوکے اور گرسنہ رخصت ہوئے یعنی طمع و لالچ کی خاطر مال فراہم نہیں کیا۔"

طبقات ابن سعد ص ۱۴۹ ج ۳ قسم اول تذکرہ ابی بکرؓ

آٹھویں روایت مسند احمد "مسندات مرتضوی میں عبداللہ بن عیل نے حضرت علیؓ کا فرمان نقل کیا ہے۔ کہ

قال سمعت علیاً رضی اللہ عنہ یقول اعطی کل نبی سبعة نجباء من امتہ واعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربعة عشر نجیبا من أمتہ منھم ابوبکرؓ و عمر رضی اللہ عنہما۔"

یعنی عبداللہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ ہر نبی علیہ السلام کو اسکی امت میں سے سات عدد نجیب یعنی شریف، مخلص عطا کئے جاتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت میں سے چودہ عدد نجیب و شریف الاصل عطا کئے گئے ہیں ان میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی ہیں۔"

مسند احمد ص ۱۴۳ ج ۱ مسندات علی۔ حلیۃ الاولیاء ابو نعیم اصفہانی ص ۱۲۸ ج ۱ تذکرہ عبداللہ بن مسعودؓ

نویں روایت الشیخ ابوبشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی المتوفی ۳۱۰ھ نے اپنی مشہور تصنیف کتاب الکنی والاسماء جلد اول ص ۱۲۰ تحت کنیت ابی بکر من التابعین و من بعدھم۔

حریفانِ حرم

عبدالتواب شیخ

قادیانی وڈیرے نے
مسلمانوں کو جبراً مرتد بنالیا

سرحدی علاقے مٹھی میں المہدی ہسپتال
یا پاکستان دشمنوں کی پناہ گاہ؟

تھر میں قادیانیوں کی تھر میں سرگرمیوں اور سٹلائٹ کے ذریعہ تبلیغ اور نشریات جام کرکے علاقہ کے افراد کو مرزا طاہر کی خرافات سننے پر مجبور کرنے کی رپورٹ شائع ہونے کے بعد ٹیلی ویژن کے اعلیٰ حکام کی ہدایت پر ٹنڈو الہیار ٹی وی بوسٹر کے انجینئر محمد اسلم قائم خانی کی قیادت میں چار رکنی ٹیم نے کھوکھی اور شادی لارج کا دورہ کیا' علاقہ کے افراد سے اس سلسلے میں بیانات لئے' علاقہ کے افراد نے اس ٹیم کو بتایا کہ پہلے ہمارے ٹی وی کی نشریات جام ہو جاتی تھیں اور مرزا طاہر کا پروگرام آنے لگتا تھا' مگر تھر اور دیگر ذرائع ابلاغ سے اسکے خلاف آواز بلند ہونے کی وجہ سے یہ سلسلہ بند ہوگیا ہے' اس انکوائری کی رپورٹ تو اعلیٰ حکام کو بھجوادی گئی ہے جس میں اس سرحدی علاقوں میں ایک بوسٹر قائم کرنے کی سفارش کی گئی ہے تاکہ اس قسم کی سرگرمیوں کی روک تھام کرنے کے ساتھ بھارت کے پروپیگنڈے کا منہ توڑ جواب دیا جاسکے' دور جدید کی سٹلائیٹ کے ذریعہ ابلاغ کا بھرپور فائدہ اٹھانے کے لئے قادیانیوں نے ایک چینل دو کروڑ روپیہ ماہانہ پر احمد ایم ٹی وی کے نام سے حاصل کیا ہے جو روسی سٹلائیٹ کے ذریعہ ایشیاء میں بارہ گھنٹے دو عالمی زبانوں میں اور یورپ میں یہ ساڑھے تین گھنٹے قادیانیوں کی نشریات دے رہا ہے' اس سلسلے میں مورخہ ۲۲-۱۰-۹۳ کو ربوہ سے ایک سرکلر SAT-ATN جاری کیا گیا' جس میں لکھا ہوا ہے کہ لندن سے موصول اطلاع کے مطابق ۲۹ اکتوبر بروز جمعہ سے اب جمعۃ المبارک کا خطبہ ۷۰ ڈگری ایسٹ کے بجائے ۱۰۳ ڈگری ایسٹ جہاں ATN آتا ہے آیا کرے گا' یہ اسٹار ٹی وی کے بالکل قریب ہے' سٹار ٹی وی کی ڈائریکشن سے ڈش کو تقریباً دو انچ مغرب کی طرف گھمائیں اور ساتھ دو انچ اوپر اٹھائیں یہی ATN مطلوبہ سٹلائیٹ ہے' اس سٹلائیٹ کے دونوں چینل کی فریکونسی درج ذیل ہے۔

ATNGOLD+ ATN فریکونسی 1274 MMZ آڈیو فریکونسی ۷٫۵۰ مونو

ماسکونی وی فریکونسی ۱۴۶۷ - آڈیو فریکونسی ۶٫۰۲ ، ۷ مونو

MTA خطبہ جمعہ فریکونسی 1425 آڈیو فریکونسی ۶٫۶۵۰ مونو ہے

اس خطبہ اور نئے منصوبے کی روشنی میں مرزا طاہر کی اس پیش گوئی کو کہ پندرھویں صدی احمدیت (قادیانیت) کے غلبے کی صدی ہے' کو درست ثابت کرنے کے لئے قادیانیوں نے ایک بڑے پنج سالہ منصوبہ کا آغاز کیا ہے جس کے لئے کئی کروڑ روپیہ مختص کئے گئے ہیں' سٹلائیٹ پروگراموں کو کیچ کرنے والی ڈش جس کی مالیت مارکیٹ میں ۲۵ ہزار روپیہ ہے قادیانیوں کے مقامی صدر کمسنارشی خط پر ربوہ سے صرف دس ہزار میں فراہم کی جارہی ہے' صرف شرط اتنی ہے کہ آپ کم از کم جمعہ کا خطبہ ضرور سنیں' اس کے علاوہ تھر اور ضلع بدین کو جو سرحدی علاقہ ہے انہوں نے خصوصی ہدف بنا کر کام شروع کیا ہے' قادیانیوں نے مٹھی شہر کے ساتھ ہی ۲۵ ایکڑ سے زائد زمین حاصل کرکے وہاں المہدی اسپتال کا کام شروع کر رکھا ہے' جس کا ٹھیکہ ربوہ کے صدیق نامی شخص کے پاس ہے' یہ پراجیکٹ شمسی توانائی کے منصوبے کے قریب ہے جہاں سورج کی شعاعوں سے میٹھا پانی تیار کیا جاتا ہے' اسی طرح پاک ہند سرحد سے قریب ترین علاقہ ننگر پارکر میں بھی ۳۰ ایکڑ زمین حاصل کی گئی ہے' جہاں بھی اسی قسم کے پراجیکٹ کی منصوبہ بندی کی گئی ہے۔ سماجی خدمات کے حوالے سے مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے ساتھ علاقہ کے افراد نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ یہ اسپتال ملک دشمن عناصر کے لئے محفوظ پناہ گاہ بھی ہوگا' بھارت کی خفیہ ایجنسی (SOS) سے قادیانی تنظیم الناصر کے روابط کی خبروں سے ان اطلاعات کو تقویت ملتی ہے۔

حال ہی میں ایک قادیانی ماہر تعلیم ریٹائر صوبیدار میر اللہ دتہ جن کو ایک اعلیٰ فوجی آفیسر نے جن کے قادیانیوں سے کھلم کھلا مراسم بتائے جاتے ہیں اور جن کا بنگلہ قادیانیوں کا گیسٹ ہاؤس بنا ہے اور جو کھلم کھلا قادیانیوں کے پروگرام میں شریک ہوتے ہیں' اللہ دتہ کو ان ہی افسر کی بدولت ایڈمنسٹریٹر ایجوکیشن کینٹ بدین رکھا گیا ہے کی ایک ملاقات مبینہ طور پر راناچندر سنگھ کے فرزند حمیر سنگھ کے ساتھ دبے کنارے ہوئی تھی' جو بھارت کا خطرناک تخریب

تبلیغ قادیانیت کے لئے
روسی سٹلائٹ کا چینل
۲ کروڑ
ماہانہ کے عوض
حاصل کر لیا گیا۔

کار ہے۔ اس ہی کینٹ اسکول میں کئی قادیانی اساتذہ بھرتی کیے گئے ہیں جو طالب علموں کے ذہن میں قادیانیت کا زہر منتقل کر رہے ہیں' اسی طرح مٹھی ہائی اسکول کا قادیانی ہیڈ ماسٹر غلام محمد کھلم کھلا قادیانیت کا پرچار کئے ہوئے ہے اور اساتذہ کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اس کے گھر آکر ڈش کے ذریعہ نشر ہونے والے مرزا طاہر کے پروگرام کو دیکھیں' اس نے ایک استاد نور محمد ماسٹر کو بہانے سے پروگرام والے دن گھر بلایا وہ جب وہاں پہنچے تو وہاں نصف درجن کے لگ بھگ ہندو بیٹھے ہوئے تھے اور مرزا طاہر کا خطاب آرہا تھا۔ ماسٹر نور محمد نے بیٹھنے سے انکار کردیا تو اب اس کو حیلے بہانے سے تنگ کیا جارہا ہے۔ اس سلسلے میں مقامی ایم پی اے ارباب عطاء اللہ نے وزیر اعلیٰ سندھ سے تحریری شکایت بھی کی مگر وزیر اعلیٰ کی ہدایت کے باوجود اس کا کچھ نہیں بگڑا اور وہ تاحال اپنی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ گوٹھ مالیار ضلع تھر میں اسی ہیڈ ماسٹر کے قریبی عزیز عبدالحمید نے قادیانیت کی تبلیغ کے لئے یہ طریقہ اپنایا کہ عوام کی نماز کو درست کرانا ہے' بعد امامت شروع کردی گاؤں والوں کو پتہ چلا کہ قادیانی ہے تو انہوں نے نکال دیا تو یہ گوٹھ کرم علی سموں چلا گیا وہاں یہ چند مسلمانوں کو ورغلانے میں کامیاب ہوگیا اور ایک شخص نبی بخش پر اس کا جادو چل گیا' اس نے اسے ربوہ کی یاترا کرادی اور المہدی اسپتال میں ملازمت بھی دلادی۔ پھول پورہ گاؤں چوٹل گھر پار کر مسجد میں مبارک نامی قادیانی مسند سنبھالے ہوئے قادیانیت کا پرچار کررہا ہے' نوکوٹ میں تو قادیانیوں نے البیت المہدی نام سے ایک باقاعدہ مسجد بنا کر اپنی سرگرمیاں جاری رکھی ہوئی ہیں ۱۹۸۵ء میں مسلمان ہونے والے عبدالحق' سلمہ اور عرفان جو انجمن دعوت اسلام حیدر آباد میں نمبر ۱۹۵۱ کے تحت رجسٹرڈ ہوئے تھے اور اس کے بعد اب ایچ ڈی اے رانی باغ حیدر آباد میں ملازم تھے اور مسلمان ہونے کے بعد ان کے تین بچے جاوید' کامران اور بختاور ہوئے تھے انہیں چند ماہ قبل قادیانی شدت پسند وڈیرہ نے اپنے زرعی فارم لے جاکر بالجبر قادیانی بنالیا' ان افراد پر پرانے قرض دکھا کر یہ کیا گیا یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ قادیانیوں نے تبلیغی' اصلاح و ارشاد' کمانڈو تربیت یافتہ کی تنظیم الناصر کے بعد اب ال احمد نامی تنظیم قائم کی گئی ہے جو خوبصورت لڑکیوں کے ذریعہ مبینہ طور پر مسلمانوں میں کام کررہی ہے' اس تنظیم کو بھاری مقدار میں سرمایہ فراہم کیا گیا ہے' یہ قادیانی ہونے والے کی شادی اور کاروباری ضروریات پوری کرے گی۔ بشکریہ "ہفت روزہ تکبیر" ۲۴ مارچ ۹۴ء

بقیہ از صہ ۵۹

کے خلاف ہموار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پریسلر ترمیم کے نفاذ کے پیچھے بھی ان ممالک میں زیر زمین سیاسی سرگرمیوں میں ملوث قادیانیوں کا ہاتھ کسی نہ کسی گوشے میں ضرور موجود ہے اور آثار و قرائن کی تحقیق اور تجزیہ کے بعد آپ میری اس اطلاع اور رائے کی تصدیق کریں گے۔

امریکہ' یورپ اور کینیڈا میں مقیم قادیانیوں کی وطن دشمن سرگرمیوں کا اندازہ کرنے کا سادہ سا طریق کار یہ ہے کہ ان کی سفری دستاویزات' پاسپورٹ وغیرہ چیک کیے جائیں تو پتہ چلے گا کہ ان کے پاسپورٹوں پر اسرائیل اور بھارت کے کئی شہروں کے ویزے جاری ہوں گے۔ صاف ظاہر ہے کہ کسی مسلمان پاکستانی کو تو اسرائیل جانے کی نہ تو اسرائیل کی طرف سے اجازت ہے اور نہ ہی وہ خود اسرائیل کی زیارت کے لئے بے تاب ہوتے ہیں۔

بشکریہ "ہفت روزہ "چٹان" لاہور۔ ۱۰ مارچ ۱۹۹۴ء

حافظ شفیق الرحمٰن

قادیانیوں نے مقبوضہ کشمیر کو اپنی آماجگاہ بنانے کا فیصلہ کرلیا

فارن آفس ــــ قادیانی فارم

مرزا سلمان بیگ کا تعلق بینکا چیمہ ضلع گوجرانوالہ سے ہے آج سے 21 سال پہلے وہ کینڈا آئے اور یہیں اپنی دیانت ریاضت اور محنت سے سیاسی و سماجی اور کاروباری سطح پر مقام بلند حاصل کیا۔۔۔ آج وہ فرینڈز آف کشمیر نامی تنظیم کی روح رواں ہیں اور پاکستان مسلم لیگ کینڈا کے صدر اور چیف آرگنائزر بھی ہیں۔

گزشتہ دنوں اپنی کم سن بیٹی عائشہ کی تدفین کے سلسلہ میں وہ پاکستان تشریف لائے۔ اور اپنی لخت جگر کو اس کی وصیت کے مطابق وطن عزیز کی پاک مٹی میں اپنی دادی کی قبر کی ہمسائیگی اور قربت دی۔۔۔

5۔ فروری کو کشمیری عوام کی عظیم جدوجہد سے یکجہتی کے اظہار کے لئے مسلم لیگ ہاؤس میں ایک جلسہ ہوا۔ اور اس عظیم الشان جلسہ سے خطاب کرکے مرزا سلمان بیگ نے سامعین کے دل موہ لئے۔ اور بتلایا کہ کشمیری عوام کی جدوجہد آزادی کو قادیانی غیر محسوس انداز میں خفیہ طریق اردات استعمال کرکے ناقابل تلافی نقصان پہنچانے اور سبوتاژ کرنے کے درپے ہیں۔۔۔ اسی حوالہ سے نمائندہ چٹان کے ساتھ مرزا سلمان بیگ نے گفتگو کرتے ہوئے مسئلہ کشمیر اور دیگر مسائل پر اظہار خیال کیا۔

س کیا بیرونی ممالک میں مقیم روشن خیال پاکستانی بھی عورت کی سربراہی کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتے؟

ج پہلی بات تو یہ ہے کہ امریکہ اور کینڈا میں مقیم پاکستانی اپنا تشخص صرف اور صرف اسلام ہی کو سمجھتے ہیں۔ یہ تو یہودی طرز فکر اور ملحدانہ سوچ رکھنے والے لوگوں نے بے دین اور دین سے بیزار لوگوں کے لئے "ترقی پسندی" اور "روشن خیالی" کی نام نہاد اصطلاحوں کو مہلک وباء کی طرح عام کر رکھا ہے۔ وہ شخص جو اللہ اور اس کے پاک رسولؐ کے احکامات اور فرمودات کا تمسخر اڑاتا ہے۔

میرے نزدیک تو وہ انسانیت کے مقام بلند سے گر کر حیوانیت کی سطح پر آجاتا ہے۔ ایسے لوگوں کو میں تو "روشن خیال درندے" اور "ترقی پسند جانور" سمجھتا ہوں۔ کینڈا میں مقیم مسلمان بحمد للہ پکے اور سچے مسلمان ہیں وہ تو یہ کہتے ہیں کہ پاکستان کے علماء کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ عورت کی سربراہی کے خلاف کسی قسم کی کوئی دینی تحریک شروع نہیں کرتے۔

میرے جیسے پاکستانی عورت کی سربراہی کے اس لئے خلاف ہیں کہ جب کسی اسلامی ریاست کی

سربراہ عورت ہو گی تو اسے اپنے فرائض منصبی نبھانے کے لئے یقیناً غیر ملکی حکمرانوں سے روابط بڑھانا پڑیں گے۔ روابط کو مضبوط تر بنانے کے لئے غیر محرم مرد حکمران کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر' مذاکرات اور گفت وشنید کرنا پڑے گی۔ آپ صرف اتنا بتا دیجئے کہ کیا قرآن کسی بھی عورت کو یہ اجازت دیتا ہے کہ وہ کسی غیر محرم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرے۔ قرآن کا تو واضح حکم عورتوں کے لئے یہ ہے کہ وہ اپنی آنکھیں اور نگاہیں جھکا کر رکھیں۔ شاید اسی کو غض بصر کہتے ہیں۔ اب کسی خاتون حکمران نے قرآن کے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آنکھیں نیچی کر کے 'اور پلکیں جھکا کر مذاکرات کرنے کی کوشش کی تو جہاں اس کی آنکھیں جھکیں نفسیاتی سطح پر مقابل فریق آپ پر چھا گیا۔ عورت کی سربراہی سے آپ کے معاملات کی حیثیت PASSIVE اور SUB-MISSIVE ہو جاتی ہے--- اور کوئی عورت غیر محرم مرد کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتی ہے تو اسلامی اخلاقیاتی نکتہ نظر سے اس کے اس عمل کو شریفانہ نہیں سمجھا جاتا۔

اب وہ مولانا صاحبان جو ایک نامحرم عورت سے خفیہ مذاکرات کرتے ہوئے بے باکانہ گفتگو کرتے ہیں ان کی عقل پر مجھے ایسے عام مسلمان کو رونا آتا ہے۔ غیر محرم عورت سے تنہائی میں کیمرا میٹنگز کرنے والے مولانا صاحبان صرف نام کے مولانا ہیں میری رائے تو یہ ہے کہ ان لوگوں کو تو اسلام کی مبادیات اور اس کی A.B.C (ابجد) کا بھی علم نہیں۔

س کینیڈا میں مقیم پاکستانی تحریک حریت کشمیر۔ حوالے سے اپنے جذبات و احساسات کا کس طرح اظہار کرتے ہیں؟

ج مقبوضہ کشمیر کے مجاہدین آزادی کی اس دلیر تحریک کا سہرا جنرل ضیاء الحق مرحوم کے سر انہوں نے ہی داخلی و خارجی سطح پر اس تحریک اہمیت کو محسوس کروایا تھا۔ یا آج مقبوضہ کشمیر چلنے والی تحریک کی کامیابی کا کریڈٹ غیر ممالک امریکہ' برطانیہ اور کینیڈا میں مقیم پاکستانیوں کو جا ہے کہ انہوں نے اس تحریک کے لئے ان ممالک کے جمہوری پارلیمانی اداروں کے ممبران اور اراکین سے انفرادی و اجتماعی ملاقاتیں کر کے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنے ممالک کے قانون ساز اور آئین ساز اداروں میں کشمیر کے مسئلہ پر بات کریں خارجی سطح پر سیاسی وسماجی اور مختلف پلیٹ فارموں' پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے مسئلہ کشمیر کو ان ممالک میں مقیم پردیسی پاکستانیوں نے زندہ رکھا ہے۔ تحریک حریت کشمیر کے یہ بے نام اور گمنام سپاہی اپنی ان عظیم' تاریخ ساز' انمٹ اور ناقابل فراموش خدمات کا صلہ کسی سے نہیں مانگتے بلکہ اس کے برعکس وہ اپنے مسلمان بہنوں' بھائیوں اور بیٹیوں کی خاطر ہندو ایجنٹوں اور حکومت کے کسی بھی جارحانہ ہتھکنڈے کو خاطر میں نہیں لاتے۔

س کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں ہمارے سفارت خانے کوئی بھرپور کردار نہیں ادا کرتے؟

ج تمام سفارت کاروں کی تو میں بات نہیں کرتا ان میں سے کچھ سرگرم عمل رہنے کی کوشش کرتے ہیں

لیکن ہوتا یوں ہے کہ ان ممالک میں بے نظیر دور 88 سے وزارت خارجہ قادیانی افسروں کو بھیج دیتی

قادیانی پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ پاکستان میں آئین کے تحت بنیادی انسانی حقوق کے چارٹر کے مطابق سلوک نہیں کیا جاتا

ج۔ یہ قادیانی عملہ گڑبڑ کرتا ہے۔ آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ سر ظفراللہ کے زمانہ سے وزارت خارجہ قادیانیوں کے نرغے میں رہی ہے موصوف اپنی وزارت خارجہ کے دور میں فارن آفس میں قادیانیوں کی ایسی پنیری لگا گئے کہ اب فارن آفس قادیانیوں کا فارم بن چکا ہے۔ بے شمار افریقی ممالک کے سفارت کار قادیانی مشنری نکتہ نظر سے وہاں تعیناتی پر اصرار کرتے ہیں امریکہ' برطانیہ' سکنڈے نیوین ممالک اور کنیڈا کے پاکستانی سفارت خانوں کے کسی نہ کسی کلیدی عہدے پر کوئی نہ کوئی RIGID قادیانی تعینات کرکے ضرور بھیجا جاتا ہے۔ اس معاملہ میں بھی' میں حکومت پاکستان سے اپیل کروں گا کہ وہ سختی سے نوٹس لے۔ اور فارن آفس میں ایک میجر آپریشن کلین اپ کرکے قادیانی افسروں کو فارغ کرکے ربوہ' قادیان' یا تل ابیب روانہ کردیا جائے۔ یہاں کنیڈا میں ایک عرصہ تک ڈپٹی ہائی کمشنر احمد کمال رہے۔ موصوف قادیانی ہیں۔۔۔ اور یہاں مقیم قادیانیوں کے معاملات میں وہ گہری دلچسپی لیتے تھے۔ ان کے "جماعت خانوں" کے اجتماعات میں بھی شریک ہوتے تھے۔

س کیا غیر ممالک میں مقیم قادیانی وطن دشمن سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں؟

ج میری رائے تو یہ ہے کہ وہ شخص قادیانی ہی نہیں جو پاکستان کا دشمن نہ ہو۔ پاکستان کو بین الاقوامی سطح پر جتنا بھی نقصان پہنچا وہ قادیانیوں نے پہنچایا۔ بنیادی انسانی حقوق کی پامالی کا رونا روتے ہوئے وہاں کے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے انہوں نے مظالم کی خودساختہ کہانیاں سنائیں اور شائع کروائیں۔ ان تمام کا مقصد پاکستان کے چہرے کو مسخ کرنا تھا۔۔۔ وہاں وہ باقاعدہ T.V پروگرامز خرید کر پاکستان کے خلاف محسوس اور غیر محسوس انداز سے پراپیگنڈہ کرتے ہیں۔ ہانگ کانگ کے ٹی وی نشریاتی سلسلے STAZ T.V سے مرزا طاہر احمد کے Scrmon جب ٹیلی کاسٹ ہوتے ہیں تو موصوف اپنے ان ٹیلی مواصلاتی بھاشنوں اور بھجنوں میں پاکستان کی کردار کشی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ وہ موقع بے موقع' جاء' بے جا ہر پروگرام میں اعلانیہ حکومت پاکستان' علماء کرام اور پاکستانی عوام کو رگیدتے ہیں۔ قادیانیوں کا فری میسن لاج پورے یورپ' امریکہ اور کنیڈا میں اپنے "امام" کی ان نشریات کو Commumicate کروانے کا اہتمام و انصرام کرتا ہے۔ اس کے لئے وہ سالانہ کروڑوں ڈالرز کا خطیر سرمایہ صرف کرتے ہیں' برسبیل تذکرہ میں یہاں پر یہ بھی بتاتا چلوں کہ اپریل 93ء میں جب میاں نواز شریف کے خلاف قادیانی سازش کامیاب ہوئی تو وٹو صاحب جو اس سازش کے سرخیل تھے انہوں نے مرکز کے خلاف ہانگ کانگ کے ای ٹی وی چینل کے پروگرام Hire کرنے کا اعلان کیا تھا تاکہ یہاں کے عوام کو مرزا طاہر کے فرمودات سے مستفید کیا جاسکے۔

س آپ نے میاں نواز شریف حکومت کے خلاف غلام اسحٰق خان کے آمرانہ اقدامات کو قادیانی سازش کیسے قرار دیا ہے؟

ج میاں نواز کی حکومت کی برطرفی کے موقع پر میاں نواز شریف کے خلاف ان کے اپنے دوستوں کے حلقے میں' پنجاب میں جس شخص نے سب سے پہلے اعلان بغاوت کیا' وہ کون تھا؟ کیا ان صاحب کے خلاف ——— قادیانی ہونے کا الزام عائد نہیں کیا تھا؟ کیا یہ صاحب انکار کر سکتے ہیں کہ ان کے والدین قادیانی نہیں ہیں "کیا وہ اس بات سے بھی انکار کریں گے کہ ان کی بیوی اور بچے قادیانی نہیں ہیں؟ کیا وہ یہ بتانا پسند کریں گے کہ ان کے بچوں کی شادی جس عمر خان کی اولاد سے ہو رہی ہے وہ قادیانی نہیں؟ کیا آج L.D.A کا ڈائریکٹر جنرل قادیانی نہیں ہے؟ کیا خالد عمر اور عمر خان قادیانی نہیں؟

آج پنجاب میں افسروں کے تبادلوں کی ہدایات ربوہ ہیڈ کوارٹر سے کیوں آ رہی ہیں؟ چیف منسٹر ہاؤس میں مارچ 1993ء سے پہلے' ربوہ سے آنے والی ٹیلی فون کالوں کا دباؤ اتنا زیادہ' کیوں نہیں تھا؟ اور آج کیوں ہے؟ صاف ظاہر ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ پنجاب آج قادیانیوں کے نرغے میں ہے--- سرگودھا روڈ پر آج قادیانیوں کی جرات کا یہ حال ہے کہ انہوں نے "قادیان" کے نام سے اپنے گاؤں آباد کر رکھے ہیں۔ اگر آپ کو جی ٹی روڈ پر گوجرانوالہ کی طرف جانے کا اتفاق ہو تو وہاں بھی رستے میں آپ کو اسی نام کا ایک گاؤں دکھائی دے گا۔ جس کا بورڈ میں نے خود اپنی آنکھوں سے گزشتہ دنوں دیکھا ہے' قادیانیوں کے اداروں کی طرف سے شائع ہونے والے جرائد و رسائل کا انداز نگارش اور طرز فکر' ماضی کے گزشتہ 43 سالوں کی بہ نسبت' مسلمانوں کے خلاف آج زیادہ جارحانہ

بڑے ممالک میں سفارت خانوں میں کلیدی عہدوں پہ

قادیانی افسران متعین ہیں!

میاں نواز کی برطرفی کے فوری بعد بیرونی ممالک میں' مقیم قادیانیوں نے اپنے اپنے مراکز میں خوشیاں منانے کے لئے جشن چراغاں اور تقاریب کا اہتمام کیوں کیا؟ میاں نواز کو اکتوبر 93ء کے جبری انتخابات میں ناکام بنانے کی کوششیں کرنے والے معین قریشی کو پاکستان میں اپنے ساتھ لانے والا ایم۔ ایم احمد کون ہے؟ کیا ایم ایم احمد مرزا غلام احمد قادیانی کے اپنے خاندان سے تعلق نہیں رکھتا؟ غلام اسحٰق خان کے ایوان صدر کی تمام باگ ڈور قادیانی مافیا کے ہاتھ میں تھی اور غلام اسحٰق خان قادیانی مافیا کے ہاتھ میں ایک کٹھ پتلی کا کردار ادا کر رہا تھا۔

آج پنجاب میں کیا ہو رہا ہے؟ آپ کے اپنے شہر لاہور میں کس طرح غیرت مند مسلمان طالب علموں کو' قادیانیوں کے خلاف' تنازعات کی زد میں آ کر مرجانے والے مقتولوں کے' جھوٹے قتل کے پرچوں میں ملوث کیا جا رہا ہے؟ اگر پنجاب کی حکومت قادیانیوں کے حصار سے باہر ہے تو وہ علامہ اقبال میڈیکل کالج کے ان بے گناہ طالب علموں پر قائم کئے گئے جھوٹے مقدمات کو ختم کیوں نہیں کرتی؟

مجھے تو خدشہ ہے کہ اے یو سلیم کو ایل۔ ڈی۔

اسے کا ڈائریکٹر جنرل بنایا ہی اس لئے گیا ہے تاکہ لاہور کی نئی توسیعی ہاؤسنگ سکیموں اور ٹاؤنوں میں

قادیانی وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان

فارن آفس میں قادیانیوں کی ایک ایسی

پنیری کاشت کر گئے جس نے فارن

آفس کو قادیانی افسروں کا فارم بنا دیا ہے

قادیانیوں کو اور صرف قادیانیوں کو پلاٹ الاٹ کر دیئے جائیں ایل ڈی اے میں اب کون پوچھنے والا ہو گا۔ ڈائریکٹر جنرل قادیانی۔ وائس چیئرمین قادیانی' یہ تو وہی بات ہوئی کہ ... سیاں بھئی کوتوال ڈر کاہے کا۔

س جن اصحاب کی آپ نے نشاندہی کی ہے وہ تو اپنے قادیانی ہونے کی تردید کرتے ہیں؟

ج قادیانیوں کی تردید کا یہ انداز رہا ہے کہ وہ برملا کہتے ہیں کہ ہم قادیانی نہیں ہیں۔ یہ تردید جغرافیائی زمینی رشتے کے حوالے سے ہوتی ہے کہ وہ قادیاں کے رہنے والے نہیں۔ ان کے پاس قادیاں کی شہریت کو ظاہر کرنے والے کوائف اور دستاویزات نہیں ہیں۔ میں نے تو وٹو صاحب کا' وزیر اعلیٰ قرار دیئے جانے کے بعد نوائے وقت میں شائع ہونے والا نعیم مصطفیٰ کا انٹرویو پڑھا تھا۔ نمائندہ نوائے وقت کے بار بار کے پرزور اصرار کے باوجود انہوں نے مرزا غلام احمد پر لعنت نہیں بھیجی تھی۔ میں تو اس سلسلہ میں صرف اخباری تردیدی بیانوں کا قائل نہیں ہوں۔ جو شخص بھی قادیانی نہیں ہے' اسے کوئی عذر مانع نہیں ہو تاکہ وہ اپنے بارے میں عقیدے کی سطح پر چھائی ہوئی شکوک و شبہات کی دھند کو دور کرنے کے لئے ختم نبوت کے قلعے پر شبخون مارنے والے جعلی نبی پر برسرعام لعنت بھیجے... ایل ڈی اے کا ڈی جی ہوں یا وائس چیئرمین یا کوئی اور' اگر ان کا قادیانی مافیا سے کوئی تعلق نہیں تو وہ آئیں اور بادشاہی مسجد میں آکر' تعمیہ شہر اور عوام کے روبرو مرزا غلام احمد پر لعنت بھیجیں اور اپنی اولاد کو بھی ساتھ لائیں... خود کو مسلمان ظاہر کرنے کے لئے کرائے کے بیان بازوں کے بیانات کافی نہیں ہوں گے... اگر قادیانی مافیا سے منسلکہ "نامزد" قادیانی افسران اور دیگر شخصیات بادشاہی مسجد میں' اپنی اولاد سمیت آکر مرزا غلام احمد کو لعنتی قرار دے دیں تو میں انہیں اپنی جیب خاص اور ذاتی خرچ سے کینیڈا کے سیاحتی دورے کی دعوت دوں گا۔

س کینیڈا میں قادیانیوں کی سرگرمیوں کا کیا حال ہے؟

ج برطانیہ' امریکہ' کینیڈا اور دیگر یورپی ممالک میں قادیانی یہودیوں کے سرمائے کے زور پر مختلف حیلوں بہانوں سے اپنے پیغام کو پھیلانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں بحمد اللہ ان ممالک میں ہمارے جیسے مسلمان بھی موجود ہیں جو شمع ختم نبوت کے پروانے ہیں جو ان کا مکمل طور پر محاسبہ کرتے ہیں یہاں انہوں نے 'ٹورانٹو میں مسجد نبوی کے ماڈل پر 6 ملین ڈالر سے اپنا جماعت خانہ بنا رکھا ہے جسے وہ عام مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے مسجد ہی کا نام دیتے ہیں۔

کینیڈا میں مقبوضہ کشمیر کے کچھ ڈاکٹرز ہیں جو قادیانی ہیں جو یہاں کشمیر کی تحریک آزادی کے

حوالے سے ابلاغ عامہ کے ذرائع کو اس پراپیگنڈہ کے ذریعہ گمراہ کرتے ہیں کہ کشمیر کے لوگ صرف آزادی چاہتے ہیں۔ وہ پاکستان کے ساتھ الحاق نہیں چاہتے۔

بھارت کے دوسرے صوبوں اور شہروں سے مسلمانوں جیسے نام رکھنے والی جو بھارتی مخلوق امریکہ، یورپ اور کینیڈا میں موجود ہے ان میں سے 90% قادیانی ہیں۔ میں آپ کو یہاں پر یہ بھی حیران کن بات بتا چلوں کہ انڈین سول سروس کے ذریعے اسامیوں پر مسلمانوں کے ناموں سے تعینات

عمل ہیں کہ ان کے خلیفہ مرزا بشیرالدین محمود نے یہ بڑہانکی تھی کہ کشمیر جب بھی فتح اور آزاد ہو گا وہ قادیانی جرنیلوں کے ہاتھوں فتح اور آزاد ہو گا۔ یہاں پر جملہ معترضہ کے طور پر میں یہ عرض کروں کہ پاکستان میں بھی افواج کے اندر جہاں بھی قادیانی افسران موجود ہیں وہ مسئلہ کشمیر کے حوالے سے ہمیشہ ENERGETIC اور TOUCHY ہوتے ہیں اس کی واحد وجہ اپنے نام نہاد شیطانی خلیفہ کی پیشگوئی کو پورا کرنے اور سچ کر دکھانے کا جنون ہے۔

معصوم طالب علموں کو قادیانی جھوٹے مقدمات میں ملوث کر رہے ہیں

کینیڈا میں مقیم پاکستانی اپنا تشخص اور تعارف صرف اسلام کو سمجھتے ہیں

ہونے والے افسران 88% قادیانی ہیں ان کے نام چونکہ مسلمانوں کے ناموں سے ملتے جلتے ہیں اس لئے وہ اسلام اور مسلمانوں کے لبادے میں بھارت کے سیکولر اور نیشنلسٹ خیالات کی تبلیغ کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بھارت کے صدر فخرالدین علی احمد بھی اسی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔

ابھی میں نے انڈی پنڈنٹ کشمیر کی موومنٹ کا ذکر کیا تھا۔ اس موومنٹ کے پرچارک مقبوضہ کشمیر

بھارتی سفارت خانہ

پاکستانی پاسپورٹ رکھنے والے

قادیانیوں ہی کو کشمیر کا ویزہ جاری کیوں کرتا ہے

کے قادیانی ہیں اور ان کے پس پشت امریکہ کا ہاتھ ہے۔ قادیانی اس تحریک کے لئے اس لئے سرگرم

میں یہ سمجھتا ہوں کہ قادیانیوں کو یہ تو معلوم ہے کہ برصغیر میں موجود ممالک میں ان کے مذموم عزائم کی کھلے بندوں تکمیل کی رتی بھر بھی گنجائش نہ ہے۔ قادیانی پاکستان کے باغی ہیں۔ خان حبیب اللہ خان سابق والی افغانستان کے مجاہدانہ نعرہ مستانہ کی وجہ سے وہ افغانستان کو بھی اپنا ملجا اور ماویٰ نہیں بنا سکتے --- بنگلہ دیش میں ان کے خلاف پہلے ہی سے شدید نفرت کا لاوا دھک رہا ہے --- وسط ایشیاء کی نو آزاد مسلم ریاستوں میں جہاد افغانستان کے مثبت اثرات کے تحت قادیانیت کی تبلیغ کے راستے مسدود ہیں --- البتہ وہ اس خطے اور منطقے میں کشمیر پر نگاہیں لگائے ہوئے ہیں۔ کہ یہ ملک اگر مکمل طور پر آزاد ہو تو شاید یہ ان کی پناہگاہ بن سکے۔ اگر کشمیر کا الحاق پاکستان کے ساتھ ہو گیا تو ان کے تمام سہانے سپنے ٹوٹ جائیں گے اور ان کے مذموم ارادے

خاک میں مل کر ملیامیٹ ہو جائیں گے۔

کشمیر کے مسئلہ پر قادیانیوں کے فکر مند ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مرزا غلام احمد چونکہ صعود مسیحؑ کے قائل نہ تھا بلکہ وہ نعوذ باللہ مرگ مسیحؑ کے قائل تھے۔ ان کا یہ کہنا تھا کہ نعوذ باللہ مسیحؑ کی قبر کشمیر میں ہے... اب قادیانی یہ چاہتے ہیں کہ کشمیر کی تحریک کو ہاتھ میں لے کر اس کے عواقب و نتائج پر وہ حاوی ہو جائیں اور کل کلاں جب مقبوضہ کشمیر ان کی خواہش کے مطابق مکمل طور پر ایک الگ علیحدہ آزاد ریاست بن جائے تو وہ کسی قبر کی طرف نشاندہی کر کے یہ کہہ سکیں کہ... یہ دیکھو!... نعوذ باللہ مرزا کا کہنا سچ ثابت ہوا اور کشمیر کی پہاڑیوں میں مسیحؑ کی قبر دریافت ہو گئی۔ قبر کی یہ دریافت مرزا کے "الہام" پر مہر تصدیق کے طور پر پیش کی جائے گی۔

ٹورانٹو میں خلیفہ منان نامی ایک قادیانی نے کشمیر کے ایشو پر پمفلٹ تقسیم کئے اور یہ پمفلٹ یہاں کی مساجد میں تقسیم کرنے کی بھی کوشش کی۔ وہ تو یہاں مقیم قیوم قریشی کی مہربانی سے ان پمفلٹوں کی تقسیم کے عمل کو روک دیا گیا۔ اس کتابچے میں خلیفہ منان نے حکومت پاکستان کو بے نقط سنائی تھیں۔ لب لباب یہ تاثر دینا تھا کہ مقبوضہ کشمیر کی تحریک حریت میں پاکستان بے جا مداخلت کر رہا ہے۔ ستم ظریفی دیکھئے کہ موصوف حکومت پاکستان کے پنشنر ہیں پاکستان کو گالیاں بھی دیتے ہیں اور تمام سہولیات سے فائدہ بھی اٹھاتے ہیں... یہی خلیفہ منان صاحب جو کہ معروف قادیانی ہیں جب بھارت جاتے ہیں تو دہلی میں غاصب کشمیر، قاتل کشمیر مہاراجہ ہری سنگھ کے بیٹے راجہ کرن کی کوٹھی میں

بقیہ صفحہ ۴۹ پر دیکھیں۔

معزز مہمان کی حیثیت سے ٹھہرتے ہیں۔ میں سوال کرتا ہوں کہ پاکستان کو گالیاں دینے کی سزا یہی ہے کہ ایسے وطن دشمنوں کو وطن سے دور پنشن کی خطیر رقم باقاعدگی سے ادا کی جاتی رہے؟

ہم سب جانتے ہیں کہ وہ پاکستانی جو ہندوستان کے سیاحتی دورے پر جاتے ہیں ان کا کشمیر میں داخلہ مکمل طور پر بند ہوتا ہے۔ پاکستانی پاسپورٹ رکھنے والے سیاحوں کو وہ وادی کشمیر کے قریب بھی نہیں پھٹکنے دیتے... ماسوائے قادیانی پاکستانیوں کے... وہ قادیانی جو پاکستانی ویزا پر بھارت جاتے ہیں انہیں خصوصی طور پر کشمیر لیجایا جاتا ہے۔ وہاں وہ پاکستانی حکومت کے خلاف نفرت پھیلاتے ہیں اور یہ پراپیگنڈہ کرتے ہیں کہ پاکستان تو خود ٹکڑوں میں بٹنے والا ہے... کشمیر پاکستان کے ساتھ اپنا الحاق کر کے گھاٹے کا سودا کرے گا۔

بیرونی ممالک میں آنے والے اکثر قادیانی یہاں آکر یہی شور مچاتے ہیں کہ پاکستان میں انہیں بنیادی انسانی حقوق کے چارٹر کے مطابق ڈیل نہیں کیا جاتا وہ یہاں کے پریس کے سامنے آکر بیان بازی کرتے ہیں کہ ان کے شہری حقوق تلف اور غصب کئے جارہے ہیں باوجودیکہ وہ یہاں مکمل طور پر آزاد ہیں۔ وہاں غیر ممالک میں پاکستان کو بدنام کرنے کے لئے خود ساختہ "من گھڑت" جعلی اور خانہ ساز مظالم کی کہانیاں سنا کر بین الاقوامی رائے عامہ کو پاکستان

پاکستان مسلم لیگ کینیڈا نے
بوسنیا کے مظلوم مسلمانوں کے لیے
۹۰ لاکھ روپے کی نقد امداد بھیجی ہے

ادھر اُدھر سے ۔ نثار الدنبی

قادیانی نواز یا قادیانی افسر کلیدی عہدوں پر!

پنجاب میں میاں منظور وٹو کو فری ہینڈ مل گیا

فری ہینڈ ملنے کے بعد وزیر اعلیٰ پنجاب نے پی سی ایس افسر کو زیادہ اہمیت دی ہے۔ جب وہ بااثر سپیکر پنجاب اسمبلی تھے۔ تب انہوں نے ضلع اوکاڑہ میں تھکے ہوئے پی سی ایس افسر ڈپٹی کمشنر اور ایس

پی لگوا رکھے تھے اب جب انہیں موقع ملا تو انہوں نے مزید تھکے ہوئے پی سی ایس افسروں کو کلیدی عہدوں پر تعینات کر دیا ہے۔ دوسری مرتبہ ڈائریکٹر جنرل ایل ڈی اے لگنے والے اے یو سلیم صاحب میں کون سی خوبی ہے کہ حفیظ اللہ اسحاق صاحب بھی غیر موزوں اور امین اللہ چودھری

یہ ہے کہ وہ بھی قادیانیوں کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ 1985ء سے وہ واحد افسر ہیں جو سیکرٹریٹ پنجاب سے باہر نہیں نکلے سیکرٹری ہیلتھ۔ سیکرٹری بلدیات لگنے

والے چودھری محمد اشرف کے بارے میں عام تاثر صاحب بھی نامناسب ٹھہرے۔ اب امین اللہ چودھری صاحب کو سیکرٹری خزانہ مقرر کیا گیا ہے اے یو سلیم اور امین اللہ چودھری کے بارے میں "چٹان" کے صفحات میں موجود ہے کہ وہ قادیانی ہیں یا قادیانیوں سے ان کی رشتہ داریاں ہیں۔

بقیہ صہ ۶۰ پر

(بقیہ اداریہ)

کہی؟ جبکہ پاکستان میں قادیانیوں کے ساتھ کوئی امتیازی برتاؤ نہیں ہو رہا اور نہ ہی انکے حقوق پامال ہو رہے ہیں حالانکہ ان پر عائد تمام آئینی پابندیاں پاکستان کے ہائی کورٹس اور سپریم کورٹس کے فیصلوں کی ہی مرہون منت ہیں۔

چیف جسٹس صاحب کا یہ بیان بجائے خود پاکستان کے مسلمانوں کی دل آزاری کا سبب بنا ہے! انہیں اس بیان کی وضاحت کرنی چاہیئے تاکہ مسلمان انکے بارے بھی میں کوئی فیصلہ کن رائے قائم کر سکیں۔ قادیانی روز اول سے غیر ممالک میں پاکستان کو بدنام کر رہے ہیں اور جھوٹے مظلوم بن کر انسانی حقوق کے کمیشن میں جانا چاہتے ہیں۔ وہ پاکستان کے آئین میں اپنے طے شدہ حقوق سے تجاوز کر کے دنیا کو دھوکہ میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ پاکستان کی حکومت انہیں مسلسل ڈھیل دے رہی ہے۔ اور ان کے ملک دشمن رویوں سے صرف نظر کر کے انکی حوصلہ افزائی کر رہی ہے جو بہر صورت غیر مستحق اور آئین سے انحراف ہے۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ پاکستان کے مسلمان مرزائیوں کو انکے آئینی حقوق سے تجاوز کی ہرگز اجازت نہیں دیں گے۔ صدر مملکت کو چیف جسٹس کے اس غیر ذمہ دارانہ بیان کا نوٹس لیکر ان سے وضاحت طلب کرنی چاہیئے۔ اور مسلمانوں میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات کا ازالہ کرنا چاہیئے۔

طنز و مزاح

زبان میری ہے بات اُن کی

ساغر اقبالی

پاکستان میں عورت کیا مرد کو بھی اس کے حقوق نہیں ملے۔
(حنیف رامے)

صرف ہیجڑہ کامیاب ہے۔

اپوزیشن عورتوں والا رویہ چھوڑ دے۔ (ملک قاسم)

آپ بے نظیر کو چھوڑ دیں۔

سوئٹزرلینڈ میں ہمارا کوئی اکاؤنٹ نہیں۔ (نصرت بھٹو)

آپ نے تو یہ بھی کہا تھا کہ میرا بیٹا دہشت گرد نہیں۔

غریبوں کو لوٹنے کے لئے قیمتیں بڑھانے والوں کو ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔ (وٹو)

غریب مزدوروں کو معمولی معاوضے کے لئے دن رات محنت کرتے ہوئے دیکھ کر دکھ ہوتا ہے۔ (بے نظیر)

مٹی کی بات کرتا ہے کس اہتمام سے
سونے کی سل پہ بیٹھ کر مرمر کا آدمی

اب دو بجے سکھ ہزار کا نعرہ نہیں لگے گا۔ (جے سالک)

اب چار بجے لکھ ہزار کا نعرہ لگے گا۔

بھارت میں ہوتی تو لوگ میری پوجا کرتے۔ (نورجہاں)

لعنت بے شمار! بکار سرکار!

پہلی سے چوتھی جماعت تک بغیر امتحان پروموشن کا فیصلہ۔ (ڈائریکٹر تعلیمات)

جو تھوڑی بہت تعلیم ہے وہ بھی ختم ہو جائے گی۔

تحریک عدم اعتماد آئی تو ہر قیمت پر وٹو کا ساتھ دیں گے۔ (مولانا ضیاالرحمان فاروقی)

آئینۂ ایام میں آپ اپنی ادا دیکھ

وزیراعظم کی ہدایت پر یوٹیلٹی سٹور پر اشیاء صرف کی قیمتوں میں ١٠٪ کمی۔ (ایک خبر)

اور چینی فی پیکٹ ١٠٠ گرام کم!

پاکستان کی کوئی حکومت امریکہ کی مرضی کے بغیر نہیں چلتی۔ (مولانا فضل الرحمن)

آپ بے نظیر کی مرضی کے بغیر نہیں چلتے۔

دھمکیوں سے گھبرانے والے نہیں۔ (مصطفےٰ کھر)

اسی لئے ذوالفقار علی بھٹو کی گرفتاری پر ملک سے باہر بھاگ گئے تھے۔

اونچی تعلیم، اسمبلیاں اور اقتدار صرف بڑے لوگوں کے لئے ہے۔ (حنیف رامے)

یعنی پیپلز پارٹی غریبوں کی پارٹی نہیں ہے۔

راجیو گاندھی کی مدد کرنے سے متعلق مجھ سے منسوب بات غلط ہے۔ (بے نظیر)

مشرقی پنجاب کا مسئلہ حل کرنے میں راجیو کی مدد کی تھی۔ (بے نظیر)

دامن یار خدا ڈھانپ لے پردہ تیرا!

کاسمیٹک حکومت ملک و قوم کے لئے کچھ نہیں کر رہی۔ (صدیق کانجو)

نیل پالش اترنا شروع ہو گئی ہے۔

افطار پارٹی میں جے سالک کی شرکت! (ایک خبر)

سالن کے ڈونگے میں مینڈک کی چھلانگ! لعنت بر پدر فرنگ

ہم مسجد میں نماز پڑھنے اور نواز شریف سیاست کرنے جاتے ہیں۔ (شیخ رفیق)

الو گلو! گرمی لگے پکھا جھلو!

میڈیا پر ہر قسم کے کنٹرول کے مخالف ہیں۔ (خالد کھرل وزیر اطلاعات)

نظر آتی ہے اک تصویر روز

اور وہی بے ربط سی تقریر روز

قومی اسمبلی کا اجلاس بلانا کوئی کھیل نہیں۔ (بے نظیر)

گالی گلوچ کی تیاری کرنا پڑتی ہے۔

مولوی عورتوں کو بنیادی حقوق سے محروم کرنے کے در پے ہیں۔ (فوزیہ حبیب)

گویا عیاشی، فحاشی، بے حیائی، اور عریانی بدمعاش مردوں سے مکس گیدرنگ۔ عورتوں کے بنیادی حقوق ہیں۔

کشمیر پر بے نظیر نے دلیرانہ موقف اختیار کیا۔ (مولانا فضل الرحمن)

سکھوں کے بارے میں بے نظیر کے انٹرویو سے پاکستان کی ساکھ بہتر ہوئی۔ (مولانا فضل الرحمن)

منہ کھائے! آنکھ شرمائے۔

لیڈی پولیس سٹیشن سے خطرناک ملزمہ فرار ہو گئی۔ (ایک خبر)

ہائے! میں مر گئی!

قرآن مجید کی بے حرمتی پر تھانیدار گرفتار (ایک خبر)

یہ مسلماں ہے جسے دیکھ کے شرمائیں یہود

ربوہ میں قادیانیوں کا صد سالہ جشن! (ایک خبر)

قادیانیوں لونڈوں اور ربوے کی حوروں کا سوشل کنٹریکٹ!

مسلم ممالک کی ویمن پارلیمنٹ قائم کریں گے۔ (بے نظیر)

ساری دنیا میں حکومت جو زنانی ہو گی

انکی لیڈر اک شیطان کی نانی ہو گی

چھ ماہ میں کرپشن ختم نہ کرسکا تو وزارت چھوڑ دوں گا (مصطفیٰ کھر)

کرپشن، نہیں چھوڑوں گا۔

مسافرین آخرت

مجلس احرار اسلام ملتان کے قدیم کارکن جناب کریم اللہ صاحب کے بھائی اور محمد مغیرہ صاحب کے چچا جناب حاجی برکت علی ۴ مارچ کو انتقال فرما گئے۔

مجلس احرار اسلام گجرات کے کارکن جناب لالہ امام الدین صاحب ولد احمد دین صاحب رمضان المبارک کی ستائیسویں شب مارچ کو وفات پا گئے۔

مجلس احرار اسلام لاہور کے قدیم کارکن محترم حاجی برکت علی صاحب یکے بعد دیگرے دو صدموں سے دوچار ہوئے ۱۳ دسمبر ۱۹۹۳ کو انکی اہلیہ محترمہ رحلت فرما گئیں۔ اور ۳۰ رمضان المبارک کو ان کے بڑے فرزند جاوید احمد صاحب انتقال کر گئے۔ مرحوم اعتکاف میں تھے۔ اور افطار کے بعد اعتکاف مکمل کر کے اجتماعی دعا کے بعد گھر لوٹے تو طبیعت اچانک بگڑ گئی اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔

ملتان سے ہمارے کرم فرما محترم ماسٹر محمد رمضان چغتائی کے والد ماجد رمضان المبارک میں انتقال فرما گئے۔

مدرسہ معمورہ ملتان کے متعلم حافظ محمد سعید کی دادی صاحبہ رمضان المبارک میں وفات پا گئیں۔

اراکین ادارہ تمام مرحومین کے لئے دعا گو ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور مغفرت فرمائے۔ اس کے ساتھ ساتھ لواحقین سے تعزیت مسنونہ کرتے ہیں اور ان کے لئے صبر کی دعا کرتے ہیں۔ قارئین سے بھی درخواست ہے کہ وہ انکی مغفرت کے لئے خصوصی دعاؤں اور ایصالِ ثواب کا اہتمام کریں۔

بقیہ صـ۵۷

سیکرٹری جنگلات، سیکرٹری امداد باہمی دو مرتبہ سیکرٹری سوشل ویلفیئر اور اب سیکرٹری بلدیات پنجاب مقرر ہوئے ہیں اور اب بھی سوشل ویلفیئر کا اضافی چارج ان کے پاس رہے گا۔ بلدیات، خزانہ اور ایل ڈی اے میں قادیانی نواز افسر لگا دیئے گئے ہیں۔ اب تو چیف سیکرٹری پنجاب جاوید احمد قریشی کے بارے میں بھی یہ سننے میں آرہا ہے کہ ان کی رشتہ داری کا ناطہ بھی قادیانیوں سے جاملتا ہے۔ میجر ضیاء الحسن کو ڈائریکٹر اینٹی کرپشن پنجاب کی سیٹ پر بھی پی سی ایس حضرات کی نظر ہے اور کچھ بعید نہیں کہ آئی جی پنجاب عباس خاں کو موقع ملتے ہی تبدیل کر کے پھر سے قادیانی نواز ریٹائرڈ غلام اصغر کو لے آیا جائے

بشکریہ ہفت روزہ "چٹان" لاہور۔ ۱۰ مارچ ۱۹۹۴ء

احمد معاویہ۔ ملتان

صرف مولوی ہی قصور وار کیوں؟ کرنٹے بھی تو ہیں۔۔۔!

ان دنوں ملک کے مختلف جرائد و اخبارات میں کچھ اس قسم کے مضامین شائع ہو رہے کہ لاؤڈ سپیکروں کا شور و شغب بہت زیادہ ہو گیا ہے سکون چھن گیا۔ راحت و آرام ناپید۔ لہذا حکومت کو چاہیے۔ کہ ان لاؤڈ سپیکروں پر پابندی عائد کرے۔ سوائے اذان و خطبہ جمعہ کے اور کسی قسم کی تقریر، خطاب کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ حکومت کی جانب سے بھی اسی قسم کے اشارات ہوئے ہیں۔ کہ مسجدوں کے لاؤڈ سپیکروں پر عنقریب پابندی عائد کر دی جائیگی۔ اس سلسلہ میں ہمارے بعض علماء کرام نے بھی اس قسم کے مضامین لکھے ہیں اور اس امر کو سراہا ہے۔

کون ذی شعور ہے جو ان تجاویز کا انکار کرے۔ ہر آدمی چاہتا ہے کہ وہ راحت و آرام سے زندگی بسر کرے۔ اس کی معاشرتی زندگی بغیر کسی تناؤ اور کھچاؤ کے گزرے۔ اور یہ بات یوں بھی صحیح ہے کہ جب سے ہم نے لوگوں کو جبراً دین سنانا شروع کیا اور اس کے لئے نبوی طریقہ چھوڑ کر دور جدید کے بھونڈے طریقے اپنائے تو پہلے لوگوں کے اندر دین سننے اور اس پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ جو کچھ تھا۔ اس سے بھی گئے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا یہ سب اس مولوی کا کیا دھرا ہے جسکو آج ملا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یا کوئی اور بھی قصور وار ہے؟ ہمارے خیال میں تو یہ بے چارہ ملا اسقدر قصور وار نہیں جس قدر آج کے بے لگام و نامراد مغربی تہذیب کے دلدادہ "کرنٹے" ہیں۔ ان کرنٹوں نے اپنی ذہنی عیاشی اور جنسی تسکین کے لئے معاشرے میں جس قدر اودھم مچا رکھا ہے بے چارے ملا نے تو اس کا عشر عشیر بھی نہیں کیا۔

اس ملا کے پاس ہے کیا جو اس قدر شور مچایا جا رہا ہے۔ کانی آنکھ سے دلی دیکھنے والوں سے عرض کروں گا کہ وہ ذرا مولوی سے ہٹ کر معاشرے پر نظر دوڑائیں اور دیکھیں کہ اس دور میں کس نے لوگوں کا جینا حرام کر رکھا ہے۔ یہ بازاروں میں زناو شراب بے حیائی اور فحاشی و عریانی کی دعوت دینے والی ریکارڈنگ کا ذمہ دار کون ہے؟ کیا مولوی؟

محلوں کے آوارہ منش چھوکرے جو اپنی بیٹھکوں میں بلند آواز سے ٹیپ ریکارڈر چلاتے ہیں۔ کیا ان کا ذمہ دار مولوی ہے؟ اور کیا اس سے لوگوں کو اذیت نہیں ہوتی۔ کیا محلوں میں شرفا نہیں بستے؟ انکی بہو بیٹیاں نہیں ہوتیں۔ اس طرح کیا ہمارا دین گانے بجانے کی اجازت دیتا ہے؟ ریکارڈنگ کے بغیر شادی کو قل خوانی کے فنکشن سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور یہ طنز یہ جملہ کہنے والے بھی ظاہر ہے اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلاتے ہیں۔ ان شادیوں میں عموماً شہر کے کسی میوزیکل گروپ کو اپنے فن کا مظاہرہ کرنے کے لئے بطور خاص مدعو کیا جاتا ہے جس کے آوارہ لونڈے اور

زنخے گھر کے اندر ناچتے اور تھرکتے ہیں۔ گھر کے تمام افراد اور پوری برادری کے زن و مرد اس محفل موسیقی میں روح کی غذا حاصل کرتے ہیں اس گانے بجانے کی آواز سارے محلے اور کالونی کے سکون کو برباد کر دیتی ہے۔ آخر یہ کونسی سماجی قدر اور انسانیت کی خدمت ہے؟

آپ بس ویگن یا کوسٹر میں سفر کر رہے ہوں اس میں ہونے والی ریکارڈنگ ذہنی تناؤ اور جسمانی کھچاؤ کا سبب نہیں بنتی؟ آپ بازاروں میں چلے جائیں ہوٹلوں میں جائیں اور عوامی جگہوں میں چلے جائیں کیا اس قسم کی خرافات نہیں ہوتیں؟ ان پر پابندی کا مطالبہ کیوں نہیں کیا جاتا؟ اس پاکستان میں کہ جو پاکستان دو قومی نظریہ کی بنیاد پر قائم ہوا تھا یہ نظریہ کہ ہندو کے رہن سہن کا انداز اور تہذیب و تمدن جدا ہے اور مسلمانوں کا دین مذہب اور تہذیب و تمدن علیحدہ ہندو اکثریت میں ہے اور مسلمان اقلیت میں۔ مسلمان ہندو کے ساتھ رہ کر کبھی آزادی سے اپنے دین پر عمل پیرا نہیں ہوسکے گا۔ مگر کیا قیام پاکستان کے بعد عملاً ایسا ہوا ہے۔ سیدھا سادہ مسلمان تو آج بھی اپنے مذہبی فرائض کما حقہ بجالانے میں آزاد نہیں۔ ابھی پچھلے دنوں کی بات ہے کہ ہمارے محلے کی مسجد میں جبکہ نماز کا وقت قریب تھا اور ایک گھر سے اونچی آواز میں گانے بجانے کی آواز آنا شروع ہو گئی۔ آدمی بھیجا گیا کہ جا کر انہیں سمجھائے کہ بھائی نماز کا وقت قریب ہے آواز کو ذرا اپنے تک محدود رکھو مگر صاحب خانہ نے نہایت درشت لہجے میں جواب دیا اور کہا ایک تو تم مولویوں نے ناک میں دم کر رکھا ہے۔ ہر بات کو حرام بتلاتے ہو۔ یہ بچوں کی خوشی کا موقع ہے آپ جائیے اپنا کام کیجئے۔

یہ اس مسلمان قوم کے ایک فرد کا جواب ہے جس کے آباؤ اجداد ہندو سے محض اس بنا پر لڑتے مرتے آئے کہ مسجد کے قریب باجہ کیوں بجایا گیا۔ تمہارا جلوس مسجد کے قریب سے خاموشی کے ساتھ کیوں نہیں گذرا۔ اور اب یہ مسلمان ہیں۔ جنہیں دیکھ کے شرمائیں ہنود۔ کوئی صاحب اگر کچھ لکھنے پڑھنے کا ذوق رکھتے ہیں تو ان سے اس بدتمیزی کا حال پوچھیے ظاہر ہے کہ یہ کام سکون چاہتا ہے مگر آج کے دور میں تقریباً ناممکن بتادیا گیا ہے اس لئے کہ قریبی کسی دکان سے آنے والی گانے کی آواز چین سے کام نہ کرنے دیگی۔ اس طرح بعض لوگ سکون سے عبادت کرنا چاہتے ہیں۔ یا گھر کے اندر کوئی بیمار ہے اسے ہر طرح کے آرام کی ضرورت ہے مگر ریکارڈنگ کی آواز اسے مسلسل اذیت پہنچاتی رہے گی۔ یہ بے چارہ مولوی جس کو ہر طرف سے دھتکارا اور پھٹکارا جارہا ہے چلو یہ دین کی بات تو سناتا ہوگا (گو کہ خود ہم بھی اس انداز کے قائل نہیں ہیں۔)

گانے بجانے کی ہمارے دین میں کیا حیثیت ہے ...... سیدنا ابن عمرؓ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہمیں گانا گانے اور گانا سننے سے منع فرمایا، اور (اسی طرح) آپ ﷺ نے چغلی کھانے کی باتیں سننے سے منع فرمایا۔ (طبرانی۔ الجامع الصغیر)

اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا گانا سننا گناہ، اس کے لئے بیٹھنا شرک ہے اور اس سے لطف اندوز ہونا کفر ہے۔ (نیل الاوطار)

فرمایئے جو چیز حرام ہے اور کفر کی حد تک پہنچا دیتی ہے اس پر تو کبھی پابندی لگانے کا اعلان نہیں ہوا اور نہ ہی کسی مولانا صاحب کا مضمون اخبار میں شائع ہوا۔ ہاں البتہ مولوی بے چارے پر نزلہ خوب گرتا ہے۔

برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر

اس پر طرہ یہ کہ اس اخلاق باختگی کو تہذیب و ثقافت کا نام دیکر حکومتی سطح پر اس کی سرپرستی کی جاتی ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت کے دشمن (شیطان) کے داؤ اور پھندے بہت سے ہیں جن کے اندر اس نے عقل و علم اور دین کے کم نصیبوں کو گرفتار کیا اور جن کے ذریعے جاہلوں اور باطل پرستوں کے دلوں کو شکار کیا۔ ان میں سے ایک پھندا یہ بھی ہے کہ سیٹی، تالی اور حرام آلات کے ذریعے گانے سنے جائیں جو دلوں کو قرآن سے روکتے ہیں اور فسق و عصیان کا خوگر بنا دیتے ہیں۔ گانا درحقیقت شیطان کا کلام ہے نیز بندے اور رحمت والے پروردگار کے درمیان دبیز پردہ ہے۔ یہ لواطت اور زنا کا منتر ہے۔ اس کے ذریعے فاسق عاشق اپنے معشوق سے انتہائی مراد پالیتا ہے۔ اسی کے ذریعے شیطان نے باطل پرست نفوس کو اپنے پھندے میں پھانسا دھوکہ کے طور پر اسے بنا سنوار کے پیش کیا گانا ان کے اندر جام و مینا کی تاثیر سے بھی زیادہ سرایت کرتا ہے۔ کیا ان مخرب اخلاق گانوں اور میوزک سے معاشرتی فضاء آلودہ نہیں ہوگی؟

کیا مولوی کا لاؤڈ سپیکر معاشرے کے لئے زیادہ خطرناک ہے یا بازاروں چوکوں، چوراہوں، میرج سنٹرز، بسوں اور ویگنوں میں ہونے والی ریکارڈنگ اور وی سی آر پر دکھائی جانیوالی فحش فلمیں بازاروں میں لگے ہوئے عریاں فلمی سائن بورڈ اور اخبارات کے ثقافتی ایڈیشن آج کے نوجوانوں کے اخلاق کو تباہ ان کی طبیعتوں میں ہیجان اور جذبات کو برانگیختہ نہیں کرتے؟ مولوی کی آواز کو صرف اس وجہ سے دبانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ وہ ان کرنٹوں کے اعمال خبیثہ پر انہیں ٹوکتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ جناب جمہوری دور ہے ہر شخص کا حق ہے کہ اسے شور و شغب سے پاک فضاء میسر ہو جہاں وہ آرام سے زندگی گذار سکے۔ کیا یہ جمہوری حق مولوی کے لئے تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ مولوی بے چارے کے پاس ہے ہی کیا جو آپ اس سے وہ بھی چھین لینا چاہتے ہیں۔ محض ایک آواز...... جو ان مستغرب کرنٹوں کے خلاف بلند کرتا ہے۔ ان کے من گھڑت اور خود ساختہ طرز زندگی پر تنقید کرتا ہے۔ ہم اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں کہ لاؤڈ سپیکر کی آڑ لیکر مولوی کا گلا گھونٹ دینے کی کوشش کی جارہی ہے مگر ہوا یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس قسم کی کوشش کی وہ ان خواہشوں اور حسرتوں کو لئے خود سکوت کی مہیب وادیوں میں گم ہو گئے۔

میں صاحبان خامہ و قرطاس اور ارباب اختیار و اقتدار اور اہل حل و عقد سے عرض کروں گا کہ وہ دلی کو ایک آنکھ سے دیکھنے کے شوق میں صرف بے چارے ملا کو ہدف تنقید و ملامت نہ بنائیں بلکہ کھلے کانوں اور دیکھتی آنکھوں سے معاشرے پر نظر کریں۔

اونچی آواز میں ریکارڈنگ، موسیقی اور گانوں کا شور و غوغا......

ماحولیاتی آلودگی کی مکروہ ترین شکل بھی ہے۔ اور اڑوس پڑوس کے لوگوں کی زندگیوں میں مجرمانہ مداخلت بھی۔ یہ بات بنیادی انسانی حقوق اور آلودگی سے پاک ماحول کے نعرے لگانے والوں کو ضرور سمجھنی چاہیئے۔ ظلم، جبر اور استحصال کی اس شرمناک روایت کو کون سے دینی، اخلاقی، ریاستی، جمہوری یا شہری قانون و قاعدہ کے تحت زندہ رکھا گیا ہے؟ کیا قانون اور انصاف کی اس اندھیر نگری کا نام "ترقی" اور "تمدن" ہے۔ اور اکیسویں صدی میں انھی

بیساکھیوں کے سہارے ہم داخل ہوں گے۔ ہمیں صرف یہ بتایا جائے کہ کیا کسی شہری کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی دوسرے شہری کی اذیت کا باعث ہو؟ اور یوں ڈنکے کی چوٹ ہو؟ کیا یہ قابل دست اندازیٔ پولیس جرم ہے؟ اگر ہے تو کب ہے؟ کہاں پر؟ اور اگر نہیں ہے تو کیوں نہیں؟

صرف مساجد کے لاؤڈ سپیکرز پر پابندی کوئی ہوشمندی اور دانش کا فیصلہ ہرگز نہ ہوگا۔ اور اس کے نتائج ہرگز وہ نہ ہوں گے جو آپ کے تہ خانہ خیال میں ہیں۔ بلکہ یہ دیکھنا ہوگا کہ شر کہاں ہے اور کس انداز میں ہے لاؤڈ سپیکر کے بے جا اور ظالمانہ استعمال پر پابندی ضرور لگنی چاہیے۔ مگر اس کے یکطرفہ اطلاق سے کوئی مثبت نتیجہ حاصل نہیں ہوگا۔ قانون پر مکمل عملداری ہی معاشرے کو پرسکون بنا سکتی ہے۔

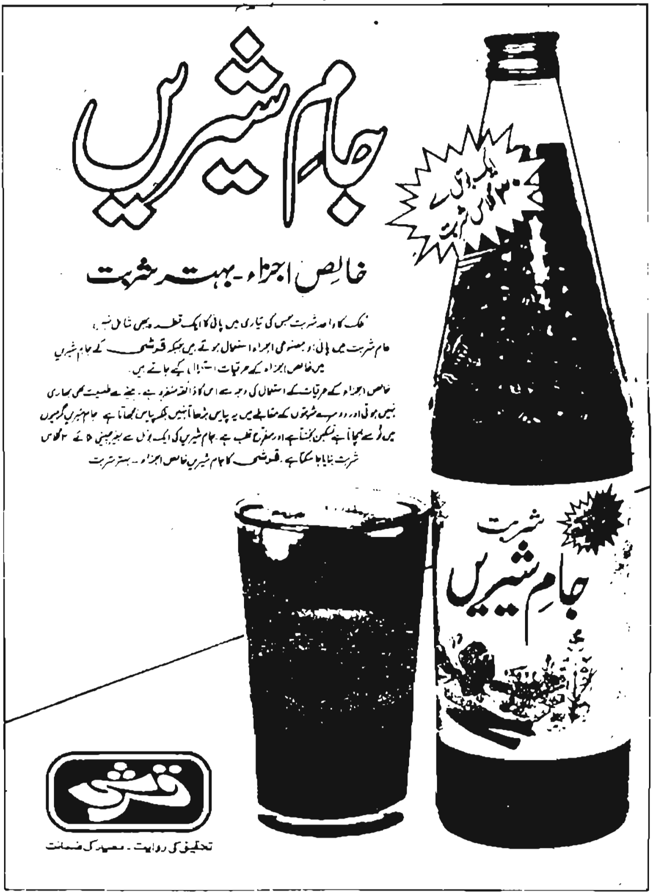

آئیے۔ اللہ کی رضا اور اجر حاصل کیجئے!

ہمارے دینی ادارے اور مستقبل کے منصوبے مسلمان توجہ فرمائیں

○ — مجلس احرار اسلام دینی انقلاب کی داعی ہے۔ دینی انقلاب —— دینی مزاج اور دینی ماحول پیدا کیے بغیر ممکن نہیں۔ ۱۹۲۹ء سے آج تک احرار نے بیسیوں تحریکوں کو جنم دیا اور پروان چڑھایا۔ احرار کی سب سے بڑی، مضبوط اور زندہ تحریک **تحریک ختم نبوت** ہے۔

○ — پاکستان سے پہلے اور پاکستان کے بعد احرار نے سینکڑوں دینی ادارے قائم کیے جن سے اُمتِ مُسلمہ میں دینی مزاج عام اور دینی قوتوں میں اضافہ ہوا۔ اکابر احرار نے ایک بات شدت سے محسوس کی کہ جب تک دینی ادارے بنیادی طور پر احرار کی نگرانی میں نہیں چلتے اُس وقت تک یکجہتی پیدا ہونا مشکل امر ہے۔ لہٰذا ہم نے اُمتِ مسلمہ کے تعاون سے اندرون و بیرونِ ملک دینی ادارے قائم کئے ہوئے ہیں جن کی مختصر تفصیل یوں ہے:

- مدرسہ معمورہ —— دارِ بنی ہاشم، پولیس لائنز روڈ ملتان ۔ فون نمبر: ۵۱۱۹۶۱
- مدرسہ معمورہ —— مسجد نور، تغلق روڈ ملتان
- بستانِ عائشہ (برائے طالبات) ○ سادات اکیڈمی (برائے طلباء) دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
- مدرسہ محمودیہ معمورہ —— ناگڑیاں ضلع گجرات
- مدرسہ ختمِ نبوت —— مسجد احرار متصل ڈگری کالج ربوہ ۔ فون نمبر: ۸۸۶
- مدرسہ ختمِ نبوت —— سرگودھا روڈ ربوہ
- دارالعلوم ختمِ نبوت —— چیچہ وطنی ۔ فون نمبر: ۲۱۱۲ ۔ ۲۹۵۳
- احرار ختمِ نبوت سینٹر —— چیچہ وطنی
- مدرسہ ابوبکر صدیق —— تلہ گنگ ضلع چکوال
- مدرسۃ العلوم الاسلامیہ ○ مدرسۃ البنات ۔ گڑھا موڑ ۔ فون: ۱۳
- مدرسہ ختمِ نبوت —— نواں چوک گڑھا موڑ
- مدرسہ ختمِ نبوت —— صادق آباد، ضلع رحیم یار خان
- مدرسہ احرار اسلام —— بستی شام دین، قائم پور
- مدرسہ احرار اسلام —— بستی گودڑی، حاصل پور

یہ ادارے سرگرم عمل ہیں۔ ان کے اخراجات اور آئندہ کے منصوبے، مسجد احرار ملتان، مدرسہ معمورہ کے بڑھتے ہوئے کام کے پیش نظر زمین کی خرید اور تعمیر نو، دفاتر کا قیام، بیرونی ممالک میں مبلغین کی تعیناتی اور اداروں کا قیام، پچاس کتابوں کی اشاعت —— اس منصوبے کی تکمیل پر تقریباً تیس لاکھ روپے خرچ ہوں گے، یہ تمام کام اُمتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعاون سے ہوگا۔ جو آپ ہی نے کرنا ہے۔

تعاون آپ کریں دُعا ہم کریں گے اور اجر اللہ پاک دیں گے —— آئیے۔ آگے بڑھئے اور اجر کمائیے

سید عطاء المحسن بخاری

دارِ بنی ہاشم ○ مہربان کالونی ○ ملتان

ترسیل زر کے لئے: اکاؤنٹ نمبر: ۹۹۳۲ حبیب بنک لمیٹڈ حسین آگاہی ملتان

توحیدوختم نبوت کے علمبردارو! ایک ہوجاؤ۔

زیر اہتمام: تحریک تحفظ ختم نبوت، قائم شدہ: ۱۹۳۴

بانی: رئیس الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ

سولھویں سالانہ دوروزہ

شہداء ختم نبوت کانفرنس

زیر سرپرستی: شیخ المشائخ حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ

زیر صدارت: مولانا عبدالحق چوہان مدظلہ

جامع مسجد احرار، ربوہ

۳۱ مارچ یکم اپریل ۱۹۹۴ جمعرات، جمعہ

خصوصی خطاب

قائد تحریک تحفظ ختم نبوت

ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ

۳۱ مارچ، جمعرات، بعد از عشاء - مجلس مذاکرہ

یکم اپریل، قبل از نماز جمعہ تا عصر - علماء اور دانشوروں کے بیانات

تحریک تحفظ ختم نبوت شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام پاکستان

رابطہ فون: ربوہ، ۸۸۶ - ملتان، ۵۱۱۹۶۱ چیچہ وطنی، ۲۹۵۳، ۲۱۱۲